ماہنامہ

خالد

ربوہ

جنوری ۱۹۶۶ء

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ایڈیٹر

محمد شفیق قیصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

(المصلح الموعودؓ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ خالد ربوہ

جلد ۱۲ — شمارہ ۳

رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ ✲ صلح ۱۳۴۵ھش

جنوری ۱۹۶۶ء

سرپرست

حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد مدظلہ

(ایڈیٹر)

محمد شفیق قیصر

نائب ایڈیٹر

مرزا مغفور احمد

فہرستِ مضامین

افتتاحیہ

رمضان المبارک کی آمد

رمضان کے مبارک ایام شروع ہو چکے ہیں۔ رمضان کا مہینہ صرف اسی لئے مبارک نہیں کہ اس میں انسان صبر و ضبط کی خدائی طاقتوں سے نوازا جاتا ہے، بلکہ اس خیر و برکت والے مہینے کا سب سے بڑا شرف یہ ہے کہ اسی مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کے لئے بہترین، کامل ترین اور جامع ترین ہدایت نامہ اُتارا۔

نماز جس طرح عبدیت کی تکمیل کا ذریعہ ہے ٹھیک اسی طرح روزہ دار کو اخلاق الٰہی سے مشابہت و مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ بھوک اور پیاس سے بے نیازی، صبر و ضبط، قوت و اختیار، حلم و تحمل اور عفو و درگزر یہ سب شانیں بندہ کی ہیں یا مولیٰ کی؟ عبد کی یا معبود کی؟

کچھ سوچیئے تو جو چیز خواہ کچھ ہی دیر کے لئے سہی آپ میں اس کیفیت سے مناسبت پیدا کر رہی ہو، جو شے ذرہ میں آفتاب کا پرتو ڈال رہی ہو، جو شے آئینہ میں جلاء پیدا کر کے اُسے نورانیت کا عکس قبول کرنے کے قابل بنا رہی ہو آپ اس نعمت عظمیٰ کی جانب لپکنے میں تامل کر رہے ہیں؟ حدیث قدسی کے الفاظ تو یاد کیجئے۔ الصوم لی و انا اجزی بہ۔ روزہ میرے لئے ہے اور اس کا اجر میں خود ہوں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے کسی ایسی نعمت کا ذکر نہیں فرمایا جسے کوئی مادی عقل سمجھ سکے بلکہ فرمایا "میں خود اس کا اجر ہوں"! جانتے ہیں یہ کون کس سے کہہ رہا ہے؟ آفتاب ذرّے سے نہیں، مخدوم اپنے خادم سے نہیں، شاہ گدا سے نہیں، بلکہ خالق اپنی مخلوق سے کہتا ہے، معبود عبد سے، خدا بندہ سے۔ اب آپ خود ہی بتائیں کیا زمین و آسمان کی تمام نعمتیں، ساری برکتیں، ساری بادشاہتیں مل کر بھی اس ایک اجر کے سامنے پیش کی جا سکتی ہیں؟ کیسی دردناک نادانی ہوگی کہ اتنے سستے سودے کو بھی ہم اپنی غفلت و لاپرواہی سے نظر انداز کر دیں۔

گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

وقت تیزی سے گزرتا جا رہا ہے اور ایک ایک لمحہ ہمیں یہ دعوتِ فکر دے رہا ہے کہ تمہاری عمرِ عزیز کا ایک اور لمحہ کم ہو گیا اور اگر اس لمحہ کو ہم نے غنیمت جان کر اس سے فائدہ نہ اٹھایا تو یاد رکھیئے وہ لمحات پھر لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ ان سے فائدہ اٹھانا تو ہمارے اختیار میں تھا مگر انہیں لوٹانا ہمارے بس کا روگ نہیں۔

دنیا کی بیدار اقوام کی مساعی کا مطالعہ کریں تو ہمیں نظر آئے گا کہ وہ کرۂ ارضی سے پرواز کر کے عالم افلاک کی تسخیر میں مشغول ہیں، ان کی کوششوں سے خواب و خیال کی باتیں حقیقت کا روپ دھار چکی ہیں اور وہ دن دور نہیں

جب آسمان کے سیارے اُن کے قدموں کے نیچے ہوں گے۔ یہ سائنس کی بہت بڑی ترقی ہے ـــــ اس سے زیادہ مادی ترقی اور کیا ہو سکتی ہے لیکن ابھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی انتہا کہاں جا کر ہو گی! ان کی یہ تمام ترقیاں انسانی خدمت کی بجائے اس کی تباہی کے سامان فراہم کرنے میں صرف ہو رہی ہیں اور وہ اپنے حریفوں کو نیچا دکھانے کے لئے ایسے ایسے آلات و اسلحہ ایجاد کر رہی ہیں کہ اگر ان کے استعمال کی نوبت آگئی تو عالمِ انسانیت کا ہی خاتمہ ہے ـــــ

ایک طرف تو مادی ترقی سے سرشار اقوام کی یہ حالت ہے دوسری طرف وہ قوم جو ایک بلند مقصدِ حیات کی علمبردار ہے جس نے دنیا کو ایک نئی زندگی سے ہمکنار کرنا ہے اور جو دنیا کے لئے تعویذ کی حیثیت رکھتی تھی۔ اقوامِ عالم میں اس کا وجود تک نظر نہ آتا تھا اس کے بہی خواہوں نے اسے جھنجھوڑا، اس کے مرثیے کہے اور ہر طرح سے اس کی سلامتی کے لئے بارگاہِ ایزدی میں فریاد کی۔ آخر خدا تعالےٰ نے اسے اپنی رحمت سے نوازا اور ایک مردِ خدا کو مبعوث فرمایا، جس نے انہیں جھنجھوڑا، اور غفلت کے لحافوں سے نکالا، ان کے فرض کی طرف توجہ دلائی۔ اس مقدس وجود نے اپنی زندگی کے ایک ایک لمحہ کو غنیمت جانا، وقت کے لحاظ سے فائدہ اٹھایا اور خدا نے بھی اپنے برگزیدہ کی کوششوں کو سراہا اور فرمایا:-

"انت الشیخ الذی لایضاع وقتہ"

یعنی تو وہ بزرگ ہستی ہے، کہ تیری زندگی کا ایک ایک لمحہ کارآمد ثابت ہو گا۔ وہ بیمار اور نحیف تھا، جب اس کے سپرد یہ منصب ہوا اس کے قویٰ مضمحل ہو چکے تھے لیکن احمدیت کی تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ اس نے اپنی زندگی کے ہر لمحہ کو اپنے مشن کی تکمیل کے لئے وقف کر دیا۔ آپؑ کے بعد آپ کے مقدس خلفاء آپؑ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنی زندگی کے آخری سانس تک اس مشن کی تکمیل کے لئے کوشاں رہے۔

مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس اصحاب میں سے خال خال رہ گئے ہیں اب سلسلہ کے تمام بوجھ نوجوانوں نے ہی اٹھانے ہیں۔ بس حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ میں ؎

جب گزر جائیں گے ہم تم پہ پڑے گا سب بار
سستیاں ترک کرو طالبِ آرام نہ ہو

آئیے ہم جو اس کے نام لیوا ہیں اور اس کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنا محاسبہ کریں کہ ہم نے اپنے وقت سے صحیح فائدہ اٹھایا ہے؟ گھڑیال کی ہر آواز ہمیں اس طرف متوجہ کرتی ہے کہ تمہاری عمرِ عزیز کا ایک اور لمحہ کم ہو گیا۔ ؎

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

معارفِ القرآن

برکتوں اور رحمتوں کا مہینہ

(ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ؗ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

رمض سورج کی تپش کو کہتے ہیں۔ رمضان میں چونکہ انسان اکل و شرب اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام کے لئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔ روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رَمَضَان ہوا۔ اہلِ لغت جو کہتے ہیں کہ گرمی کے مہینے میں آیا اس لئے رمضان کہلایا۔ میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ عرب کے لئے یہ خصوصیت نہیں ہو سکتی۔ روحانی رمض سے مراد روحانی ذوق و شوق اور حرارتِ دینی ہوتی ہے۔ رمض اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر وغیرہ گرم ہو جاتے ہیں۔" (الحکم ۲۴ر جولائی ۱۹۰۱ء صفحہ ۲)

پھر فرماتے ہیں۔ "(اس آیت سے) ماہِ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیوں نے اس مہینے کو تنویرِ قلب کے لئے عمدہ لکھا ہے۔ اس میں کثرت سے مکاشفات ہوتے ہیں۔ نماز تزکیۂ نفس کرتی ہے اور روزہ سے تجلّیٔ قلب ہوتی ہے۔ تزکیۂ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفسِ امّارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے۔ اور تجلّیٔ قلب سے مکاشفات ہوتے ہیں جن سے مومن خدا

کو دیکھ لیتا ہے۔ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ میں یہی اشارہ ہے۔ بے شک روزہ کا اجر عظیم ہے مگر امراض اور اغراض اس نعمت سے انسان کو محروم کر دیتے ہیں۔

عبادات کی قسمیں

عبادات دو قسم کی ہوتی ہیں۔ عبادات مالی اور بدنی۔ مالی عبادتیں تو اس کے لئے ہیں جس کے پاس مال ہو۔ اور جس کے پاس نہیں وہ معذور ہے۔ بدنی عبادتیں بھی انسان جوانی ہی میں کر سکتا ہے۔ ورنہ ساٹھ سال کے بعد طرح طرح کے عوارضات لاحق ہو جاتے ہیں۔ نزول الماء وغیرہ شروع ہو کر نابینائی آ جاتی ہے۔ سچ ہے پیری وصد عیب چنیں گفتہ اند۔ اور جو کچھ انسان جوانی میں کر لیتا ہے اس کی برکت بڑھاپے میں بھی ہوتی ہے۔ اور جس نے جوانی میں کچھ نہیں کیا اُسے بڑھاپے میں بھی صدہا رنج برداشت کرنے پڑتے ہیں ؎ موئے سفید از اجل آرد پیام۔ اس لئے انسان کو چاہیئے کہ حسب استطاعت خدا کے فرض بجا لاوے۔ روزہ کے بارے میں خدا فرماتا ہے اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ یعنی اگر تم روزہ رکھ بھی لیا کرو تو اس میں تمہارے لئے بڑی خیر ہے۔

فدیہ توفیق روزہ کا موجب ہے

ایک بار میرے دل میں آیا کہ یہ فدیہ کس لئے مقرر ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ اس لئے ہے کہ اس سے روزہ کی توفیق ملے۔ خدا ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شئے خدا ہی سے طلب کرنی چاہیئے۔ وہ قادرِ مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی طاقت روزہ کی عطا کر سکتا ہے۔

اس لئے مناسب ہے کہ ایسا انسان جو دیکھے کہ روزہ سے محروم رہا جاتا ہوں تو دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں۔ اور کیا معلوم کہ آئندہ سال رہوں یا نہ رہوں۔ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ اس لئے اس سے توفیق طلب کرے۔ مجھے یقین ہے کہ ایسے قلب کو خدا طاقت بخش دیگا۔

اگر خدا چاہتا تو دوسری اُمتوں کی طرح اس اُمت میں کوئی قید نہ رکھتا۔ مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینہ میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا اسے محروم نہیں رکھتا۔ اور ایسی حالت میں اگر رمضان میں بیمار ہو جاوے تو بیماری اس کے حق میں رحمت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہر کام کا مدار نیت پر ہے۔ مومن کو چاہیئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کر دے۔

جو شخص روزہ سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت بھی دردِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا۔ اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزے رکھیں گے۔ بشرطیکہ وہ بہانہ جو

نہ ہو تو خدا تعالیٰ ہرگز اُسے ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔ یہ ایک باریک امر ہے کہ اگر کسی شخص پر اپنے نفس کی کسل کی وجہ سے روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے۔ اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا تو ایسا آدمی جو خدائی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے کب اس ثواب کا مستحق ہوگا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آگیا۔ اور اس کا منتظر ہی تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں۔ اور پھر وہ بوجہ بیماری کے رکھ نہیں سکتا اور آسمان پر روزہ سے محروم نہیں ہے۔ اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جو ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اہل دنیا کو دھوکا دے لیتے ہیں۔ ویسے خدا کو فریب دیتے ہیں۔ بہانہ جو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش لیتے ہیں اور تکلفات کو شامل کر کے ان مسائل کو صحیح گردانتے ہیں لیکن خدا کے نزدیک وہ صحیح نہیں ہے۔ تکلف کا باب تو بہت وسیع ہے۔ اگر انسان چاہے تو اس کے رُو سے ساری عمر بیٹھ کر ہی نماز پڑھتا رہے اور روزے بالکل نہ رکھے۔ مگر خدا اس کی نیت اور ارادہ کو جانتا ہے۔ جو صدق اور اخلاص رکھتا ہے خدا جانتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے اور خدا اُسے اصل ثواب سے بھی زیادہ دیتا ہے۔ کیونکہ دردِ دل ایک قابلِ قدر شے ہے۔ حیلہ جو آدمی تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں لیکن خدا کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شے نہیں۔ جب میں نے چھ ماہ کے روزے رکھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ انبیاء کا کشف میں ملا۔ اور انہوں نے کہا کہ تو نے کیوں اپنے نفس کو اتنی مشق میں ڈالا ہے۔ تو باہر نکل۔ اسی طرح جب انسان خدا کے واسطے اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتا ہے تو وہ خود ماں باپ کی طرح رحم کر کے اُسے کہتا ہے کہ تو کیوں مشقت میں پڑا ہے۔ مگر جو تکلف سے اپنے آپ کو مشقت سے محروم رکھتے ہیں خدا ان کو دوسری مشقت میں ڈال دیتا ہے اور نکالتا نہیں۔ اور دوسرے جو خود مشقت میں پڑتے ہیں ان کو وہ آپ نکالتا ہے۔ انسان کو واجب ہے کہ اپنے نفس پر آپ شفقت نہ کرے بلکہ ایسا بنے کہ خدا اس کے نفس پر شفقت کرے۔ انسان کی شفقت اس کے نفس پر اس کے لئے جہنم ہے اور خدا کی شفقت جنت۔ ابراہیم علیہ السلام کے قصہ پر غور کرو۔ جو آگ میں خود گرنا چاہتا ہے اُسے تو وہ خدا آگ سے بچاتا اور جو خود آگ سے بچنا چاہتے ہیں وہ آگ میں ڈالے جاتے ہیں۔ یہ اسلم ہے اور یہ اسلام ہے کہ جو کچھ خدا کی راہ میں آوے اس سے انکار نہ کرے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عظمت کے فکر میں خود لگتے تو وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ کی آیت نازل نہ ہوتی۔ حفاظتِ الٰہی کا یہی سرّ ہے۔"

(الحکم ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء ص ۹)

اصلاحِ نفس

(از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ذیل میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک لطیف مضمون درج کیا جا رہا ہے۔ حضورؓ نے یہ مضمون اگست ۱۹۱۳ء میں اخبار الفضل میں لکھا تھا۔ ادارہ خالد پہلی مرتبہ یہ مضمون حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے شائع کر رہا ہے۔ اس مضمون کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؓ کے دل میں جماعت کے دوستوں کی اصلاح کے لئے کس قدر درد پیدا کیا تھا۔

اب جبکہ حضور رضی اللہ عنہ کا وجود ہمارے درمیان نہیں ہمارا فرض ہے کہ ہم حضور رضی اللہ عنہ کے ان جواہر پاروں کی قدر کریں اور آپؓ کی بتائی ہوئی راہوں پر چل کر اپنی اصلاح کی فکر کریں۔

نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ اس مبارک مہینہ میں یہ عزم کر لیں کہ انہوں نے اپنے پیارے امامؓ کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے اپنے نفس کی اصلاح کرنی ہے۔ پس اے احمدی نوجوانو! آپ کو چاہیئے کہ اس مبارک مہینہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے نفس کی اصلاح میں لگ جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے ——— (ادارہ)

"اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ إِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝ وَ مَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى وَ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ۝

(قرآن شریف)

کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو مگر اپنی جانوں کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب الٰہی پڑھتے ہو، کیا تم ان حرکات سے باز نہیں آتے اور اللہ تو مفسد اور مصلح کو جانتا ہے۔ ہم مصلحین

کے اعمال کو ضائع نہیں کرتے اور تیرا
رب ایسا نہیں کہ ملکوں کو ہلاک کر دے
حالانکہ ان کے باشندے مصلح ہوں۔

اَلَا وَاِنّ فی الجسد مضغۃ
اذا صلحت صلح الجسد کلّہ
واذا فسدت فسد الجسد
کلّہ اِلَّا وھی القلب۔

(بخاری)

خبردار! جسم انسانی میں ایک گوشت
کا لوتھڑا ہے کہ جب وہ درست ہو جائے
تو سب جسم درست ہو جاتا ہے، اور
جب وہ خراب ہو جائے تو سب جسم
خراب ہو جاتا ہے۔ خوب کان کھولکر
سُن رکھو کہ وہ حصّہ گوشت قلب ہے۔

"بہت ہیں جو حلم ظاہر کرتے ہیں
مگر اندر سے بھیڑیے، بہت ہیں جو
اُوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ
ہیں۔ سو تم اس کی جناب میں قبول نہیں
ہو سکتے جب تک ظاہر باطن ایک
نہ ہو۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔
خدا سے ڈرتے رہو اور تقوٰی اختیار
کرو۔" (کشتی نوح)

"اُس تنکے کو جو تیرے بھائی کی
آنکھ میں ہے کیوں دیکھتا ہے پر اس
کانڈی پر جو تیری آنکھ میں ہے نہیں
خیال کرتا؟ اے ریاکار! پہلے اس
کانڈی کو اپنی آنکھ میں سے نکال تب
تُو اس تنکے کو جو تیرے بھائی کی آنکھ
میں ہے اچھی طرح دیکھ کے نکال
سکے گا۔" (لوقا باب ۶ آیت ۴۱-۴۲)

جانتے ہو کہ میں نے اُوپر کیا لکھا ہے؟ ایک خدا کا
کلام ہے، ایک اس کے رسول ؐ کا کلام ہے، ایک
اس کے خلیفہ اور مامورِ الٰہی کا کلام ہے، ایک اس
کا کلام ہے جو دنیا میں اصلاحِ نفس کی طرف لوگوں کو
متوجہ کرنے آیا لیکن نادانوں نے، ہاں انہوں نے
جنہیں خدا نے اُن کے اعمال کے سبب چشمِ بصیرت
سے محروم کر دیا ہے، خدا اور خدا کا بیٹا بنا دیا ہے۔
اِن کلاموں کو پڑھو اور اِن پر غور کرو۔ اور
سوچو کہ خدا اور اس کے رسول تم سے کیا چاہتے ہیں۔
وہ سب کے سب بالاتفاق اصلاحِ نفس کی طرف تمہیں
متوجہ کر رہے ہیں۔ پس مبارک ہے وہ جو خدا اور
اس کے رسولوں کی اجتماعی آواز کا جواب دیتا ہے اور
اپنی ضد پر قائم نہیں رہتا، کامیابی اس کے لینے کیلئے
ہاتھ پھیلائے کھڑی ہے اور فلاح اس کے استقبال
کے لئے دوڑی چلی آتی ہے۔ نجات اس کا ورثہ ہے
اور آزادی اس کا مال ہے۔ تاریکیاں اس کے پاس
نہیں پھٹک سکتیں اور ظلمت اس کے چہرہ کی روشنی سے
پھٹ جاتی ہے، اندھیرے اس کے آگے سے دُور
ہو جاتے ہیں۔ وہ خدا کا مقبول ہے اور خدا اس سے
پیار کرتا ہے، اس کا دل خدا کا عرش ہے اور اس کا

سینہ محبتِ الٰہی کا جلوہ گاہ۔ کیا ہی تاریک دل انسان ہے وہ جو لوگوں کو نصیحت کرتا ہے لیکن آپ عمل نہیں کرتا۔ پس تم تاریکی کا پہلو اختیار نہ کرو، کیونکہ تاریکی وہیں ہوتی ہے جہاں نور نہ ہو۔ اور ظلمت کو اپنے دلوں میں جگہ نہ دو کہ ظلمت کا قدم وہیں جمتا ہے جہاں روشنی نہ ہو۔ نور و ظلمت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدا کی محبت اور شرارتِ نفس ایک جگہ جمع ہو سکیں۔ اپنے نفوس کی اصلاح کرو۔ ہر ایک بدی کو دل سے دُور کر دو، ہر ایک گناہ کو ترک کر دو، ہر ایک شرارت کو چھوڑ دو، ہر ایک بد دیانتی سے علیحدگی اختیار کر لو، ہر ایک سیاہ کاری سے متنفر ہو جاؤ کہ اصلاحِ نفس کے بغیر انسان خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔

بہت ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم خدا سے کیوں دُور ہیں، ہمارے دلوں میں شکوک کیوں پیدا ہوتے ہیں، تسکین ہمارے دلوں کو کیوں حاصل نہیں، ثلجِ قلب ہمیں کیوں نہیں حاصل ہوتا، ہماری آنکھوں کو وہ نور کیوں عطا نہیں ہوتا جس سے ہم خدا کے کارناموں کو دیکھ سکیں، اس کی بادشاہت کی سیر کر سکیں۔ وہ اپنے نفوس پر غور کر کے دیکھیں کہ کیا خدا کے لئے انہوں نے کوئی قربانی کی ہے؟ کیا وہ اپنے ہر کام میں خدا کی محبت کو مقدم رکھتے ہیں؟ کیا جھوٹ بولنا، رشوت لینا، فریب و دغا کا استعمال انہوں نے ترک کر دیا ہے؟ کیا اس کے دین پر عمل پیرا ہونے کیلئے انہوں نے کوشش کی ہے؟ کیا واقعہ میں ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ کی اتنی بھی قدر ہے جتنی ایک پولیس مین کی عظمت وہ اپنے دلوں میں محسوس کرتے ہیں؟ کیا جس قدر تعزیراتِ ہند کے احکام پر عمل کرنے کے لئے وہ کوشاں رہتے ہیں خدا تعالیٰ کے کلام پر عمل کرنے کے لئے بھی اسی قدر کوشش کرتے ہیں؟ کیا بغض و حسد انہوں نے ترک کر دیا ہے؟ کیا اصلاح بین الناس کا کام انہوں نے اختیار کر لیا ہے؟ کیا ہنسی، ٹھٹھا اور تمسخر ترک کر چکے ہیں؟ کیا حقارت و تکبر اُن کے دلوں سے دُور ہو گیا ہے؟ کیا دوسرے کے اموال پر دست درازی چھوڑ بیٹھے ہیں؟ کیا اپنے بھائیوں کی ایذا رسانی سے تائب ہو گئے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر دل جو گندا ہے اس میں خدا کس طرح آ سکتا ہے۔ کیا کوئی انسان ایسا بھی ہے جو نہایت ناپاک اور گندی جگہ کو پسند کرتا ہو؟ کیا لوگ اپنے مہمانوں کو غلیظ جگہ میں اُتارنا پسند کرتے ہیں؟ کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ جب کسی کے ہاں کوئی حاکم آتا ہے تو وہ اپنے گھر کو معمول سے زیادہ صاف کرتا ہے، اس کے جالے اُتارتا ہے، اس کے کونوں میں سے کوڑا کرکٹ نکال کر باہر پھینک دیتا ہے، وہ مکان کو دھوتا ہے اور نئے سرے سے اس میں قلعی کراتا ہے اور ایک دلہن کی طرح اسے سجاتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ کوئی ناپاکی اس میں نہ رہ جائے۔ اور وہ اپنی رائے پر ہی کفایت نہیں کرتا بلکہ اپنے دوستوں اور ہمسایوں کو بُلا بُلا کر پوچھتا ہے کہ کیا یہ مکان صاف ہو گیا ہے یا نہیں اور اُن کے تسلی دینے پر بھی مطمئن نہیں ہوتا جب تک وہ حاکم جو

اُن کے ہاں آنا تھا مگر خود اُسے تسلی نہیں دیتا۔

پھر کیا وجہ ہے کہ خدا کی محبت اور اسکے جلال کو دل میں بُلاتے، باوجود مہمان کی عظمت و شوکت کے اس کے لئے کوئی تیاری نہیں کرتے اور کچھ حرج نہیں دیکھتے۔ خدا تعالیٰ کو بُلانا چاہتے ہیں کہ وہ اُن کے دلوں میں گھر کرے، وہ ان کے سینوں کو منوّر کرے، اُن کی آنکھوں کو روشن کرے، اُن کی زبان کو برکت دے لیکن وہ نہیں دیکھتے کہ خدا تعالیٰ کس دل میں گھر کرے، کس سینہ کو منوّر کرے، کیا وہ اُس دل پر اپنا جلوہ ظاہر کرے جو طرح طرح کے گندوں سے پُر ہے؟ قسم قسم کی امراض میں مبتلا ہے، ہزاروں گناہوں سے ملوّث ہے؟ کیا وہ اس سینہ کو منوّر کرے جو لاکھوں وساوسِ شیطانی کا مرکز و مجمع ہے، لشکرِ ابلیس کا جولانگاہ ہے، جو خیالاتِ بد کے اندھیرے بادلوں سے تاریک ہو رہا ہے؟ کیا وہ پاک وجود اس قابل ہے کہ تم اُسے ایسی جگہ بُلاؤ؟ ہاں وہ کس آنکھ کو روشن کرے، کیا اُسے جو اُس کے احکام کے خلاف حلال سے بڑھ کر حرام کی طرف جانے میں کچھ حرج نہیں دیکھتی؟ کیا اُسے جو اُن نظاروں کے دیکھنے میں خوش ہوتی ہے اور سرور محسوس کرتی ہے جن کے دیکھنے سے خدا ناراض ہوتا ہے؟ کیا خدا اُس زبان کو برکت دے جو جھوٹ سے پرہیز نہیں کرتی، جو دین کے معاملہ میں بھی تمسخر میں کوئی مضائقہ نہیں دیکھتی، جو بے گناہ انسانوں پر، غافل معصومین پر الزام و بہتان لگانے سے ہچکچاتی نہیں، جو تلوار کی طرح تیز ہے اور دوست و دشمن کے دلوں کے کاٹنے میں حد سے زیادہ دلیر ہے؟ کیا اس زبان کو برکت دے جو کفر کے کلمات بکتی ہے اور غیر اللہ کی تعریف و توصیف میں وہ کلمات استعمال کرتی ہے جو خود خدا کی تعریف و توصیف میں استعمال نہیں کرتی؟

خوب یاد رکھو کہ پاک ناپاک جگہوں میں نہیں داخل ہوتے۔ خدا تعالیٰ بھی انہی سے تعلق رکھتا ہے جو اپنے نفوس کی اصلاح کرتے ہیں، نہ ان کی جو خود گندوں میں ڈوب کر صرف لوگوں پر جرح و تعدیل میں مشغول رہتے ہیں۔

پس اصلاحِ نفس میں لگ جاؤ کہ اس کے بغیر تم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ لوگوں پر حملہ کرنے سے پہلے اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کے دیکھو کہ جس شیطان کو تم قتل کرنا چاہتے ہو وہ تمہارے دل میں بیٹھا ہے"۔

○

"درود شریف جو حصولِ استقامت کا ایک زبردست ذریعہ ہے بکثرت پڑھو، مگر نہ رسم اور عادت کے طور پر بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اور احسان کو مدّنظر رکھ کر اور آپ کے مدارج اور مراتب کی ترقی کے لئے اور آپ کی کامیابیوں کے واسطے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قبولیتِ دعا کا شیریں اور لذیذ پھل تم کو ملیگا۔ قبولیتِ دعا کے تین ہی ذریعے ہیں۔ اوّل۔ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ۔ دوم۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ سوم موہبتِ الٰہی۔" (رسالہ ریویو آف ریلیجز اردو جلد ۲ صفحہ ۱۴، ۱۵)

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں" (الہام مسیح محمدیؐ)

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ پیکرِ انکسار اور مجسمۂ تواضع کی حیثیت سے

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ مَیں آیا پسند
ورنہ درگاہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار
(المسیح الموعودؑ)

(مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد - ربوہ)

جری اللہ فی حلل الانبیاء کا مقامِ انکسار

جری اللہ فی حلل الانبیاء امام الزمان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو دلربا ادائیں خدائے ذوالمجد والعلیٰ کو سب سے زیادہ پیاری نظر آئیں ان میں آپ کا جذبۂ عجز وانکسار اور رُوحِ تواضع وخاکساری نمایاں طور پر جلوہ گر ہے۔ یہی وجہ ہے اس پر خالقِ ارض وسما نے ۱۸ مارچ ۱۹۰۷ء کو اظہارِ خوشنودی فرماتے ہوئے ان الفاظ میں سندِ قبولیت بخشی کہ:-

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں"

(تذکرہ طبع دوم صفحہ ۷۰۰)

خدا تعالیٰ نے اپنے اس پیارے اور دل لبھانے والے کلام مقدس میں حضورؑ کے مقامِ تذلّل وعبودیت کو نہایت لطیف استعارہ کے ساتھ ایک ایسی شاہراہ سے تشبیہ دی ہے جس کی منزل گو ایک ہی ہے مگر اس کے طریق اور راستے متعدد ہیں اور ہر طریق اور رستہ پہ فروتنی اور منکسر المزاجی کے بیشمار نقوش موجود ہیں آیئے اس آسمانی اور روحانی تجزیہ کی روشنی میں جو الہام خداوندی نے صرف دو لفظوں میں کیا ہے اس پیکرِ انکسار اور مجسّمۂ تواضع کی سیرتِ مقدسہ اور حیاتِ طیبہ پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالیں۔

خدا تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعائیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شب و روز کا ایک ایک لمحہ بکثرت اور عاجزانہ دعاؤں کے لئے وقف تھا۔ آپؑ ہمیشہ سوز وگداز میں ڈوبی ہوئی التجاؤں کے ساتھ جناب باریتعالیٰ سے عرض کرتے ؎

ترے کوچہ میں کن راہوں سے آؤں
وہ خدمت کیا ہے جس سے تجھ کو پاؤں

میں اس آندھی کو اب کیونکر چھپاؤں
یہی بہتر ہے کہ خاک اپنی اُڑاؤں

زمانہ ماموریت کے اوائل کا واقعہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت صوفی احمد جان صاحب رض کو (جو حج پر روانہ ہو رہے تھے) اپنے قلم سے ایک دردانگیز دعا لکھ کر بھجوائی اور تحریر فرمایا "اس عاجز ناکارہ کی ایک عاجزانہ التماس یاد رکھیں کہ جب آپ کو بیت اللہ کی زیارت بفضل اللہ تعالیٰ نصیب ہو تو ... انہیں لفظوں سے مسکنت اور غربت کے ہاتھ بحضور دل اٹھا کر گزارش کریں"۔ اس دعا کے الفاظ یہ تھے:-

"اے ارحم الراحمین ایک تیرا بندہ عاجز اور ناکارہ پُر خطا اور نالائق غلام احمد جو تیری زمین ملکِ ہند میں ہے اس کی یہ عرض ہے کہ اے ارحم الراحمین تُو مجھ سے راضی ہو اور میری خطیات اور گناہوں کو بخش کہ تُو غفور و رحیم ہے اور مجھ سے وہ کام کرا جس سے تُو بہت ہی راضی ہو جائے مجھ میں اور میرے نفس میں مشرق اور مغرب کی دُوری ڈال اور میری زندگی اور میری ہر یک قوّت اور جو مجھے حاصل ہے اپنی ہی راہ میں کر اور اپنی ہی محبت میں مجھے زندہ رکھ کر اور اپنی ہی محبت میں مجھے مار اور اپنے ہی کامل متبعین میں مجھے اُٹھا لے ارحم الراحمین جس کام کی اشاعت کیلئے تُو نے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کے لئے تُو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے اس کو اپنے ہی فضل سے انجام تک پہنچا اور اس عاجز کے ہاتھ سے حُجتِ اسلام مخالفین پر اور ان سب پر جو اَب تک اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں پوری کر اور اس عاجز اور اس عاجز کے تمام دوستوں اور مخلصوں اور ہم مشربوں کو مغفرت اور مہربانی کی نظر سے اپنے ظلِ حمایت میں رکھ کر دین و دُنیا میں آپ اُن کا متکفّل اور متولّی ہو جا اور سب کو اپنی دارالرضا میں پہنچا اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی آل اور اصحاب پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام و برکات نازل کر۔"

(مکتوبات امام ہمام قلمی جلد اوّل ص ۱۶ و الحکم ۶-۱۳ اگست ۱۸۹۸ء)

درگاہِ الٰہی میں عجز و نیاز کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو حضور م آڑے وقت میں یہ دُعا فرمایا کرتے تھے:-

"اے میرے محسن اور اے خدا میں ایک تیرا ناکارہ بندہ پُر معصیت اور پُر غفلت ہوں۔ تُو نے مجھ سے ظلم پر ظلم دیکھا اور انعام پر انعام کیا اور گناہ پر گناہ دیکھا اور احسان پر احسان کیا۔ تُو نے ہمیشہ میری پردہ پوشی

کی اور اپنی بیشمار نعمتوں سے مجھے متمتع کیا سو اب بھی مجھ نالائق اور پُر گناہ پر رحم کر اور میری بے باکی اور ناسپاسی کو معاف فرما اور مجھ کو میرے اس غم سے نجات بخش کہ بجز تیرے اور کوئی چارہ گر نہیں۔ آمین ثم آمین۔"

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ صفحہ ۳)

اہلِ عالم کے سامنے خدا کے ایک بندۂ ناچیز ہونے کا اظہار

حضور اپنی فروتنی اور عاجزی میں اس درجہ مرتبہ کمال رکھتے تھے کہ آپ نے دنیا والوں کے سامنے بھی اپنے بندۂ ناچیز ہونے کا برملا اظہار کرنے میں کبھی تامّل نہیں فرمایا۔ چنانچہ ۲۹ر اکتوبر ۱۸۸۳ء کو میر عباس علی صاحب لدھیانوی کے نام ایک خط میں لکھا "اس عاجز پر جو کچھ تفضلات و احسانات حضرت خداوند کریم ہیں وہ حدّ و شمار سے خارج ہیں کیونکہ یہ اذلّ عباد اپنی ذاتی حیثیت میں کچھ بھی چیز نہیں اور بغیر اسکے کہ تکلّف سے کوئی کسر نفسی کی جائے فی الحقیقت سخت درجہ کا ناکارہ اور ہیچ ہے۔ نہ زاہدوں میں سے ہے نہ عابدوں میں سے۔ نہ پارساؤں میں سے نہ مولویوں میں سے سخت حیران ہے کہ کس چیز پر نظر عنایت ہے۔"

(مکتوبات احمدیہ جلد اوّل صفحہ ۶۴)

پھر ۱۹ دسمبر ۱۸۸۳ء کو رقم فرمایا کہ:-

"یہ عاجز آنے سے کچھ فرق نہ کرے گا مگر آپ ریل پر ہرگز تشریف نہ لاویں کہ یہ تکلف ہے۔ یہ احقر عباد سخت ناکارہ اور بے ہنر ہے اور اس لائق ہرگز نہیں کہ اس کے لئے کچھ تکلف کیا جائے۔ مولیٰ کریم کی ستاریوں اور پردہ پوشیوں سے کچھ کا کچھ ظاہر کر رکھا ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔" (ایضاً صفحہ ۷۰)

پھر میر صاحب ہی کے نام ۷ر جنوری ۱۸۸۴ء کے خط میں تحریر فرمایا:-

"خدا تعالیٰ کا اس عاجز سے ایک عجیب معاملہ ہے کہ اس جیسے شخص پر اس کا تفضل اور احسان ہے کہ اپنی ذاتی حالت میں احقر اور ارذل عباد ہے زہد سے خالی اور عبادت سے عاری اور معاصی سے پُر ہے۔ ... سو سچ ہے کہ یہ ناچیز زہد اور تعبد سے خالی ہے اور بجز عجز و نیستی اور کچھ اپنے دامن میں نہیں اور وہ بھی خدا کے فضل سے نہ اپنے زور سے۔" (ایضاً صفحہ ۷۱)

اسی طرح ایک مقام پر انتہائی انکساری سے ارشاد فرماتے ہیں:-

"میں اپنے نفس میں کوئی نیکی نہیں دیکھتا اور میں نے وہ کام نہیں کیا جو مجھے کرنا چاہیئے تھا اور میں اپنے تئیں صرف ایک نالائق مزدور سمجھتا ہوں۔ یہ محض خدا کا فضل ہے جو میرے شامل حال ہوا ہے۔ پس اس

خدائے قادر و کریم کا ہزار ہزار شکر
ہے کہ اس مشتِ خاک کو اُس نے
باوجود ان تمام بے ہنریوں کے
قبول کیا۔"

اعمال و افعال میں انکسار اور تواضع

انکسار و تواضع کا جو رنگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مندرجہ بالا فرمودات سے ٹپکتا ہے اس کے بیشمار نظارے حضورؑ کی عملی زندگی میں ملتے ہیں مگر اس ضمن میں بطور نمونہ صرف چار واقعات درج ذیل کئے جاتے ہیں :-

(۱) حضرت مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ "سیرت مسیح موعودؑ" میں تحریر فرماتے ہیں :-

"آپؑ کے مزاج میں وہ تواضع اور انکسار اور ہضم نفس ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں زمین پر آپؑ بیٹھے ہوں اور لوگ فرش پر یا اونچے بیٹھے ہوں۔ آپ کا قلبِ مبارک ان باتوں کو محسوس بھی نہیں کرتا۔ چار برس کا عرصہ گزرتا ہے (یہ الفاظ جون ۱۹۰۰ء میں لکھے گئے۔ ناقل) کہ آپؑ کے گھر کے لوگ لدھیانہ گئے ہوئے تھے جون کا مہینہ تھا اور اندر مکان نیا نیا بنا تھا میں دوپہر کے وقت وہاں چارپائی بچھی ہوئی تھی اس پر لیٹ گیا حضرتؑ ٹہل رہے تھے۔ میں ایک دفعہ جاگا تو آپؑ فرش پر میری چارپائی کے نیچے لیٹے ہوئے تھے۔ میں ادب سے گھبرا کر اُٹھ بیٹھا۔ آپؑ نے بڑی محبت سے پوچھا آپ کیوں اُٹھے ہیں میں نے عرض کیا آپ نیچے لیٹے ہوئے ہیں میں اوپر کیسے سوئے رہوں مسکرا کر فرمایا میں تو آپ کا پہرا دے رہا تھا لڑکے شور کرتے تھے انہیں روکتا تھا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آوے۔ باہر مسجد مبارک میں آپؑ کی نشست کی کوئی خاص وضع نہیں ہوتی ایک اجنبی آپؑ کو کسی خاص امتیاز کی معرفت پہچان نہیں سکتا۔ آپؑ ہمیشہ دائیں صف میں ایک کونے میں مسجد کے اس طرح مجتمع ہو کر بیٹھتے ہیں جیسے کوئی فکر کے دریا میں خوب سمٹ کر تیرتا ہے۔ میں جو اکثر محراب میں بیٹھتا ہوں اور اس لئے داخلی دروازہ کے عین محاذ میں ہوتا ہوں بسا اوقات ایک اجنبی جو ہمارے شوق کے سر زدہ اندر داخل ہوا ہے تو سیدھا میری طرف ہی آیا ہے اور پھر خود ہی اپنی غلطی پر متنبہ ہوا ہے یا حاضرین میں سے کسی نے اُسے حقدار کی طرف اشارہ کر دیا ہے ... ایک دفعہ ایک شخص جو دُنیا کے فقیروں اور سجادہ نشینوں کا شیفتہ اور خوکردہ تھا ہماری مسجد میں آیا لوگوں کو آزادی سے آپؑ سے گفتگو کرتے دیکھ کر حیران ہو گیا۔ آپ سے کہا کہ آپ کی مسجد میں ادب نہیں۔ آپؑ نے فرمایا میرا یہ مسلک نہیں کہ میں ایسا تند خو اور بھیانک بن کر بیٹھوں کہ لوگ مجھ سے ایسے ڈریں جیسے درندہ سے ڈرتے ہیں اور میں بُت بننے سے سخت نفرت رکھتا ہوں میں تو بُت پرستی کے ردّ کرنے کو آیا ہوں نہ یہ کہ میں خود بُت بنوں اور لوگ میری پوجا کریں اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں اپنے نفس کو دوسروں پر ذرا بھی ترجیح نہیں دیتا۔ میرے نزدیک متکبّر سے زیادہ کوئی بُت پرست اور خبیث نہیں متکبّر کسی خدا کی پرستش نہیں کرتا بلکہ وہ اپنی پرستش کرتا ہے۔"

("سیرت مسیح موعودؑ" صفحہ ۴۰ تا ۴۲)

(۲) حضرت شیخ نور احمد صاحبؓ مالک ریاض ہند پریس امرتسر کا بیان ہے کہ "جنگِ مقدس کی تقریب پر بہت سے مہمان جمع ہو گئے تھے ایک روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کے لئے کھانا رکھنا یا پیش کرنا گھر میں بھول گیا۔ میں نے اپنی اہلیہ کو
تاکید کی ہوئی تھی مگر وہ کثرت کاروبار اور مشغولیت کی وجہ
سے بھول گئی۔ یہاں تک کہ رات کا ایک بڑا حصہ گذر گیا اور
حضرت نے بڑے انتظار کے بعد استفسار فرمایا تو سب کو فکر
ہوئی بازار بھی بند ہو چکا تھا اور کھانا نہ مل سکا۔ حضرت کے
حضور صورتِ حال کا اظہار کیا گیا آپؑ نے فرمایا اس قدر
گھبراہٹ اور تکلّف کی کیا ضرورت ہے دستر خوان
میں دیکھ لو کچھ بچا ہوا ہوگا وہی کافی ہے۔ دستر خوان
کو دیکھا تو اس میں روٹیوں کے چند ٹکڑے تھے آپؑ نے
فرمایا یہی کافی ہیں اور ان میں سے ایک دو ٹکڑے
لے کر کھائے اور بس۔"

(سیرت مسیح موعودؑ مولفہ حضرت شیخ یعقوب علی
صاحب عرفانیؓ صفحہ ۳۰۷-۳۰۸)

(۳) حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی رضی اللہ
عنہ جنگِ مقدس کے آخری دن کا ایک واقعہ بایں الفاظ
بیان فرماتے ہیں کہ:-

"جب ہم اپنی جگہ واپس آئے تو کرنیل الطاف علی
خاں صاحب ہمارے ساتھ ہوئے اور انہوں نے مجھ سے کہا
میں حضرت صاحبؑ سے تخلیہ میں ملنا چاہتا ہوں۔ کرنیل صاحب
کوٹ پتلون پہنے مونچھ منڈوائے ہوئے تھے میں نے کہا تم اندر
چلے جاؤ باہر سے ہم کسی کو نہ آنے دیں گے پوچھنے کی کچھ ضرورت
نہیں چنانچہ کرنیل صاحب اندر چلے گئے اور آدھ گھنٹہ کے قریب
حضرت صاحبؑ کے پاس تخلیہ میں رہے۔ کرنیل صاحب جب باہر آئے
تو چشم پُر آب تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے کیا باتیں کیں
جو ایسی حالت ہے وہ کہنے لگے کہ جب میں اندر گیا تو حضرت صاحبؑ
اپنے خیال میں بوریئے پر بیٹھے ہوئے تھے لیکن بوریئے پر
حضورؑ کا گھٹنا ہی تھا اور باقی زمین پر بیٹھے تھے میں نے کہا
حضورؑ زمین پر بیٹھے ہیں اور حضورؑ نے سمجھا کہ غالباً میں (کرنیل صاحب)
بوریئے پر بیٹھنا پسند نہیں کرتا۔ اس لئے حضورؑ نے اپنا صافہ
بوریئے پر بچھا دیا اور فرمایا آپ یہاں بیٹھیں۔ یہ حالت
دیکھ کر میرے آنسو نکل پڑے اور میں نے عرض کیا کہ اگرچہ میں
ولایت میں بپتسمہ (Baptism) لے چکا ہوں مگر اتنا
بے ایمان نہیں ہوں کہ حضورؑ کے صافے پر بیٹھ جاؤں۔ حضورؑ
فرمانے لگے کچھ مضائقہ نہیں آپ بلا تکلّف بیٹھ جائیں۔ میں
صافے کو ہٹا کر بوریئے پر بیٹھ گیا اور میں نے اپنا حال سُنانا
شروع کیا کہ میں شراب بہت پیتا ہوں اور دیگر گناہ بھی کرتا
ہوں۔۔۔ حضورؑ نے فرمایا استغفار پڑھا کرو اور پنجگانہ نماز
پڑھنے کی عادت ڈالو۔ جب تک میں حضورؑ کے پاس بیٹھا رہا میری
حالت دگرگوں ہوتی رہی اور میں روتا رہا اور ایسی حالت میں
اقرار کر کے کہ میں استغفار اور نماز ضرور پڑھا کروں گا آپؑ کی
اجازت لے کر آگیا وہ اثر میرے دل پر اب تک ہے۔"

(اصحابِ احمد جلد چہارم صفحہ ۹۸
مؤلفہ ملک صلاح الدین صاحب ایم اے قادیان)

(۴) اس ضمن میں حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ
کی مندرجہ ذیل روایت خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ آپ
تحریر فرماتے ہیں:-

"۲۸ جنوری ۱۹۰۳ء کی صبح کو ساڑھے چار
بجے کے قریب آپ کے مشکوئے معلّٰی میں
ایک صاحبزادی امۃ النصیر نام پیدا ہوئی
تھی جو ۳ دسمبر ۱۹۰۳ء کو فوت ہوگئی۔

صاحبزادی مرحومہ کی پیدائش سے پہلے اسی
شب کو ۱۲ بجے کے قریب حضورؑ
کو "غاسق اللہ" الہام ہوا۔ حضورؑ
اسی وقت مولوی محمد احسن صاحب مرحوم
کے دروازے پر تشریف لائے۔ مولوی
صاحب موصوف اُس وقت اُس حجرہ میں
رہا کرتے تھے جو مسجد مبارک کی سیڑھیوں
پر جاکر صحن میں کھلنے والے دروازے
کے دائیں ہاتھ کو تھا اس وقت وہ حصہ
محض ایک صحن کا رنگ رکھتا تھا اور
احباب تنگیٔ جگہ کی وجہ سے وہاں نماز پڑھا
کرتے تھے۔ رات کے بارہ بجے تھے
حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی
صاحب کے دروازہ پر دستک دی۔
مولوی صاحب نے پوچھا کہ کون ہے تو حضورؑ
نے جواباً فرمایا
غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام)
مولوی صاحب کی آواز میں خشونت تھی
وہ گھبرا کر اُٹھے اور دروازہ کھولا۔
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
اس وقت آنے کا عذر کیا اور یہ الہام
مولوی صاحب کو سنایا اور ایک رؤیا
بھی سنائی جو اس وقت دیکھی تھی کہ حضرت
خلیفۃ اللہ کو حضرت ام المومنین کہتی ہیں کہ
اگر میرا انتقال ہو جاوے تو آپ اپنے
ہاتھ سے میری تجہیز و تکفین کریں۔"
("سیرت مسیح موعودؑ" صفحہ ۳۱۹-۳۲۰
مؤلفہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ)

دعویٰ ماموریت میں غربت و تذلّل

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب منصبِ
ماموریت سے مفتخر فرمایا گیا تو حضورؑ نے اپنے حلقہ خدام
میں یہ بات اچھی طرح واضح فرمائی کہ آپ کے دعویٰ کی بنیاد
غربت و تذلّل کے طریق پر ہے۔ چنانچہ حضورؑ نے ۸ر مارچ
۱۸۸۵ء کو حضرت حکیم الامت حاجی الحرمین مولانا نورالدین
صاحب کو مندرجہ ذیل مکتوب لکھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ
یہ عاجز (مؤلف براہین احمدیہ) حضرت
جلّ جلالہٗ کی طرف سے مامور ہوا ہے
کہ نبی ناصری اسرائیلی مسیح کی طرز پر
کمال مسکینی اور فروتنی اور غربت اور
تذلّل اور تواضع سے اصلاحِ خلق
کے لئے کوشش کرے اور ان لوگوں کو
جو راہِ راست سے بے خبر ہیں صراطِ مستقیم
(جس پر چلنے سے حقیقی نجات حاصل ہوتی ہے
اور اسی عالم میں بہشتی زندگی کے آثار
اور قبولیت اور محبوبیت کے انوار
دکھائی دیتے ہیں) دکھاوے۔
خاکسار غلام احمد ۸ر مارچ ۱۸۸۵ء" (مکتوباتِ احمدیہ
جلد پنجم نمبر ۲)

شرائطِ بیعت میں ایک اہم شرط

بیعتِ اولیٰ سے قبل حضور علیہ السلام نے ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو اشتہار تکمیل تبلیغ میں سلسلہ احمدیہ میں شمولیت کے لئے پہلی بار دس شرائط شائع فرمائیں جن میں ساتویں شرط یہ لکھی کہ:-

"یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔"

بیگانوں کو خاکساری کی تلقین

چونکہ حضورؑ کے عالی و ارفع مقام پر خاکساری اور علیمی کا رنگ چھایا ہوا تھا اس لئے حضورؑ نے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی جیسے اوّل المکفرین کو بھی نصیحت فرمائی:-

"میرے خیال میں اخلاقی کے تمام حصّوں میں سے جس قدر خدا تعالیٰ تواضع اور فروتنی اور انکسار اور ہر ایک ایسے تذلّل کو جو منافیٔ نخوت ہے پسند کرتا ہے۔ ایسا کوئی شعبۂ خلق اس کو پسند نہیں مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ ایک سخت بے دین ہندو سے اس عاجز کی گفتگو ہوئی اور اس نے حد سے زیادہ تحقیر دینِ متین کے الفاظ استعمال کئے غیرتِ دینی کی وجہ سے کسی قدر اس عاجز نے وَاغْلُظْ عَلَیْہِمْ پر عمل کیا۔ مگر چونکہ وہ ایک شخص کو نشانہ بنا کہ درشتی کی گئی تھی اس لئے الہام ہوا کہ تیرے بیان میں سختی بہت ہے رفق چاہیئے رفق۔ اور اگر ہم انصاف سے دیکھیں تو ہم کیا چیز اور ہمارا علم کیا چیز۔ اگر سمندر میں ایک چڑیا منقار مارے تو اس سے کیا کم کرے گی۔ ہمارے لئے یہی بہتر ہے کہ جیسے ہم درحقیقت خاکسار ہیں خاکسار ہی بنے رہیں جبکہ ہمارا مولیٰ ہم سے تکبر اور نخوت پسند نہیں کرتا تو کیوں کریں۔ ہمارے لئے ایسی عزت سے بے عزتی اچھی ہے جس سے ہم موردِ عتاب ہو جائیں۔"

(مکتوب مؤرخہ ۲۳ر فروری ۱۸۹۱ء مشمولہ مکتوباتِ احمدیہ جلد ششم حصہ اوّل صفحہ ۴۵)

جماعت کو عاجزانہ راہوں پر چلنے کی پرزور نصائح

خدا کا جو مقدس مسیحؑ اپنے مخالف علماء کو متکبرانہ انداز سے بچنے کی اس درجہ تلقین کرے وہ اپنی جماعت کو عجب اور خود پسندی سے بچنے اور مسکین و حلیم بن جانے کی کتنی زبردست تعلیم دے گا اس کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ حق یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے خدام کو غربت اور مسکینی سے زندگی بسر کرنے کی ہمیشہ تحریک فرماتے رہتے تھے۔ چنانچہ حضورؑ کے بعض تاکیدی ارشادات ہدیۂ قارئین کئے جاتے ہیں۔

تقویٰ کی شاخ

(۱) "اہلِ تقویٰ کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ اپنی زندگی غربت اور مسکینی میں بسر کریں یہ تقوے کی ایک شاخ ہے جس کے ذریعہ سے ہمیں ناجائز غضب کا مقابلہ کرنا ہے بڑے بڑے عارف اور صدیقوں کیلئے آخری اور کڑی منزل غضب سے بچنا ہی ہے .... میں نہیں چاہتا کہ میری جماعت والے آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں یا ایک دوسرے پر غرور کریں یا نظرِ استخفاف سے دیکھیں۔ خدا جانتا ہے کہ بڑا کون یا چھوٹا کون یہ ایک قسم کی تحقیر ہے جس کے اندر حقارت ہے ڈر ہے کہ یہ حقارت بیج کی طرح بڑھے اور اس کی ہلاکت کا باعث ہو جاوے بعض آدمی بڑوں کو مل کر بڑے ادب سے پیش آتے ہیں لیکن بڑا وہ ہے جو مسکین کی بات کو مسکینی سے سُنے اس کی دلجوئی کرے اس کی بات کی عزت کرے کوئی چڑ کی بات مُنہ پر نہ لاوے کہ جس سے دُکھ پہنچے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولٰئک ھم الظّٰلمون (سورۃ ق) تم ایک دوسرے کا چِڑ کے نام نہ لو یہ فعل فساق و فجار کا ہے جو شخص کسی کو چڑاتا ہے وہ نہ مرے گا جب تک وہ خود اسی طرح مبتلا نہ ہو گا اپنے بھائیوں کو حقیر نہ سمجھو۔ جب ایک ہی چشمہ سے کُل پانی پیتے ہو تو کون جانتا ہے کہ کس کی قسمت میں زیادہ پانی پینا ہے مکرم و معظم کوئی دُنیاوی اصولوں سے نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا وہ ہے جو متقی ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم ان اللہ علیم خبیر (س ۲۶)۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۶)

نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو

"کشتی نوح" میں فرماتے ہیں:۔

"اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر ہے یا ریا ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں کہ جو قبول کے لائق ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لے کر اپنے تئیں دھوکہ دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کر لیا ہے کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔۔۔۔ تم

اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو
اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر
جھوٹے کی طرح تذلل اختیار کرو تا تم
بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو
کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے
گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان
داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی بدقسمت وہ
شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا
جو خدا کے منہ سے نکلیں اور میں نے
بیان کیں۔"

نجات یافتہ کون ہیں؟

کتاب "شہادت القرآن" میں تحریر فرمایا:۔
"مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنے تئیں
سب سے زیادہ ذلیل اور چھوٹا سمجھتے ہیں۔
اور شرم سے بات کرتے ہیں اور غریبوں
اور مسکینوں کی عزت کرتے ہیں اور عاجزوں
کو تعظیم سے پیش آتے ہیں اور کبھی شرارت
اور تکبر کی وجہ سے ٹھٹھا نہیں کرتے اور
اپنے رب کریم کو یاد رکھتے اور زمین پر
غریبی سے چلتے ہیں۔ سو میں بار بار کہتا ہوں کہ
ایسے ہی لوگ ہیں جن کیلئے نجات تیار کی گئی ہے۔"

تکبر کیا چیز ہے؟

پھر "نزول المسیح" میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتے
ہوئے فرماتے ہیں:۔
"تکبر ہمارے خداوند ذوالجلال کی
آنکھوں میں سخت مکروہ ہے مگر تم شاید
نہیں سمجھو گے کہ تکبر کیا چیز ہے۔ پس مجھ سے
سمجھ لو کہ میں خدا کی روح سے بولتا ہوں
ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر
جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا
زیادہ عقلمند یا زیادہ ہنرمند ہے وہ متکبر
ہے۔۔۔۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنے کسی مال
یا جاہ و حشمت کا تصور کر کے اپنے بھائی کو
حقیر سمجھتا ہے وہ بھی متکبر ہے۔۔۔۔ ایسا ہی
وہ شخص جو اپنی صحت بدنی پر غرور رکھتا
ہے یا اپنے حسن اور جمال اور قوت و طاقت
پر نازاں ہے اور اپنے بھائی کا ٹھٹھا اور
استہزاء سے حقارت آمیز نام رکھتا ہے
اور اس کے بدنی عیوب کو سناتا ہے
وہ بھی متکبر ہے۔۔۔۔ ایسا ہی وہ شخص بھی
جو اپنی طاقتوں پر بھروسہ کر کے دعا مانگنے
پر سست ہے وہ بھی متکبر ہے۔۔۔۔ سو تم
اے عزیزو ان تمام باتوں کو یاد رکھو
ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالیٰ کی
نظر میں متکبر ٹھہر جاؤ اور تم کو خبر نہ ہو۔
ایک شخص جو اپنے ایک بھائی پر ایک غلط
لفظ کی تکبر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے اسنے
بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ ایک شخص جو اپنے

بھائی کی بات کو تواضع سے سُننا نہیں چاہتا
اور مُنہ پھیر لیتا ہے اس نے بھی تکبّر سے ایک
حصّہ لیا ہے ۔ ۔ ۔ ایک شخص جو دُعا کرنیوالے
کو ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھتا ہے اسنے
بھی تکبّر سے ایک حصّہ لیا ہے اور وہ جو
خُدا کے مامور اور مُرسل کی باتوں کو
غور سے نہیں سُنتا اور اس کی تحریروں
کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبّر
سے ایک حصّہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو
کہ کوئی حصّہ تکبّر کا تم میں نہ رہے تاکہ
ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے
اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔ خدا کی
طرف جھکو اور جس قدر دُنیا میں کسی
سے محبّت ممکن ہے تم اس سے کرو اور
جس قدر دُنیا میں انسان کسی سے ڈر
سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔
پاک دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور
غریب اور بے شر تا تم پر رحم ہو۔"
("نزول المسیح" صفحہ ۲۴-۲۵)

کوئی بڑا نہیں ہو سکتا جبتک کہ اپنے کو چھوٹا نہ بنائے

منکسر المزاجی کے نتیجہ میں خدائی افضال و انوار کا ذکر
کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:۔
"یہ سچ ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی عظمت
کے لئے اپنے آپ کو چھوٹا بنا دے گا
خدا تعالیٰ اس کو خود بڑا بنا دے گا
یہ یقیناً یاد رکھو کہ کوئی بڑا نہیں ہو سکتا
جب تک کہ وہ آپ کو چھوٹا نہ بنائے
یہ ایک ذریعہ ہے جس سے انسان کے
دل پر ایک نُور نازل ہوتا ہے اور
وہ خدا تعالیٰ کی طرف کھینچا جاتا ہے۔
جس قدر اولیاء اللہ دُنیا میں گزرے
ہیں اور آج لاکھوں انسان جن کی
قدر و منزلت کرتے ہیں انہوں نے اپنے
آپ کو ایک چیونٹی سے بھی کمتر سمجھا
جس پر خدا تعالیٰ کا فضل اُن کے
شاملِ حال ہوا اور ان کو وہ مدارج
عطا کئے جس کے وہ مستحق تھے۔"
("ملفوظات" جلد ششم صفحہ ۱۰۴)

عہدِ شباب میں خاص مجاہدہ اور دُعاؤں کی ضرورت

بالآخر یہ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بڑھاپے
میں قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں لہٰذا اس وقت انسان کو مجبوراً
عجز و انکسار کی طرف مائل ہونا پڑتا ہے ہاں جوانی کا زمانہ
ہی ایک ایسا زمانہ ہے جبکہ انسان کو فروتنی اور مسکینی اور
تقویٰ شعاری کی راہوں پر قدم مارنے کے لئے بہت مجاہدہ
کرنا پڑتا ہے۔ اور اگر اس مجاہدہ کے ساتھ دُعاؤں کا
وسیع سلسلہ بھی شاملِ حال ہو جائے تو وہ خدا کے فضل سے
اس ہلاکت آفریں دَور کے طوفانوں سے بچ کر بالآخر
رضاءِ الٰہی اور محبوبیتِ الٰہی کے ساحل تک پہنچ جاتا ہے

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ زمانہ جو شباب اور جوانی کا زمانہ ہے ایک ایسا زمانہ ہے کہ نفس امّارہ نے اس کو ردّی کیا ہوا ہے لیکن اگر کوئی کار آمد ایّام ہیں تو یہی ہیں حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانی قرآن شریف میں درج ہے وما اُبرّیٔ نفسی انّ النفس لامّارۃ بالسّوٓء الا ما رحم ربّی یعنی میں اپنے نفس کو بری نہیں ٹھہرا سکتا کیونکہ نفس امارہ بدی کی طرف تحریک کرتا ہے۔ اس کی اس قسم کی تحریکوں سے وہی پاک ہو سکتا ہے جس پر میرا رب رحم کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کی بدیوں اور جذبات سے بچنے کے واسطے نری کوشش ہی شرط نہیں بلکہ دعاؤں کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ نرا زہد ظاہری ہی (جو انسان اپنی سعی اور کوشش سے کرتا ہے) کار آمد نہیں ہوتا جب تک خدا تعالےٰ کا فضل اور رحم ساتھ نہ ہو۔۔۔۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس زمانہ شباب جوانی میں انسان کوشش کرے جبکہ قویٰ میں قوت اور طاقت اور دل میں ایک امنگ اور جوش ہوتا ہے" "عقلمند انسان کا یہ کام ہے اور اس کا فرض ہے کہ وہ اس زمانہ کے مفاسد پر غور کرے اور عقل اسلئے اُسے دی گئی ہے کہ وہ اس طوفانِ عظیم سے جو کہ لوگوں کی روحانیت کو تباہ کر رہا ہے اپنے آپ کو بچا وے۔"

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۲۵۸ - ۲۵۹)

عاجزانہ دعا

اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ محض اپنے فضل و کرم سے ہم سب خدام احمدیت کو تکبر، غرور، نخوت، خود پسندی کی باریک سے باریک آلائشوں اور کثافتوں سے پاک اور صاف کرکے اپنے متواضع اور مسکین اور ناچیز بندوں میں شامل فرمالے اور جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا منشاء مبارک ہے

"ہماری جوانی کے ایام عشقِ الٰہی اور خدمتِ دین کی ان عاجزانہ راہوں پر چلنے میں بسر ہوں جو ہمارے رب کو پسند آجائیں۔ ہم اس کی رضا اور خوشنودی کے لئے ہر ذلت، ہر رسوائی اور ہر مصیبت کو سب سے بڑی عزت، سب سے بڑا اعزاز اور سب سے بڑی راحت سمجھیں۔ ہماری خاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کھیتی میں کھاد کے طور پر کام آجائے، ہمارے جسم کا ذرہ ذرہ ان کوچوں اور گلیوں پر قربان ہو جائے جن پر خدا کے مقربوں اور برگزیدوں کے مبارک قدم پڑتے رہے۔ نیز یہ کہ ہم آستانۂ الوہیت پر فنا ہو جائیں تا اس کے پیارے دین کو ہمیشہ کے لئے بقا حاصل ہو جائے۔ آمین یا ربّ العالمین +

مکرم لطف الرحمٰن صاحب محمود

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف

(قسط دوم)

۲۴، ۲۵۔ تفسیر القرآن پارہ اوّل (اُردو و انگریزی)

دسمبر ۱۹۱۵ء کے آخر میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُردو زبان میں قرآن شریف کے پہلے پارہ کی تفسیر لکھی۔ یہ تفسیر اگرچہ حضورؓ کی لکھی ہوئی تھی مگر حضورؓ کے نام سے شائع نہیں ہوئی۔ کیونکہ حضورؓ نے جماعت کے ذمہ دار اصحاب سے فرمایا تھا کہ میں صرف ایک نمونہ تیار کرتا ہوں آگے اس کی تکمیل آپ کریں۔ اس تفسیر کی تکمیل کے لئے حضورؓ نے ایک کمیٹی مقرر فرمائی جس میں حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ، حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ اور حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضلؓ شامل تھے۔

اس تفسیر کا انگریزی ترجمہ علماء کے ایک بورڈ نے کیا جس میں قاضی عبدالحق صاحب مرحوم کو زیادہ خدمت کی توفیق ملی۔ اس کی اشاعت خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خرچ پر ہوئی جو جائداد کا ایک حصہ فروخت کر کے مہیا کیا گیا تھا۔ $\frac{17 \times 27}{4}$ سائز کے ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اُردو پارہ $\frac{20 \times 30}{4}$ سائز کے ۴۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

۲۶۔ نصائحِ مبلغین

۱۲ مارچ ۱۹۱۶ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مبلغین کے لئے ایک اہم لیکچر دیا، جس میں مبلغین کو بیش قیمت نصائح فرمائیں۔ مثلاً تبلیغ میں تزکیہ نفس سے غافل نہ رہیں، کتابیں اپنی خریدیں، سوال اور خوشامد سے بچیں، اللہ پر توکل کریں، دعاؤں میں مصروف رہیں، بدی کے رد میں پوری جرأت سے لیکچر دیں، اپنے کام کا محاسبہ کرتے رہیں۔ استقلال سے کام لیں، مسائل پر غور کرنے کی عادت ڈالیں اور لوگوں کو مرکز میں بار بار آنے کی تاکید کرتے رہیں۔

(الفضل ۲۲ اپریل ۱۹۱۶ء)

۲۷۔ انوارِ خلافت

یہ ان تقاریر کا مجموعہ ہے جو حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جلسہ سالانہ ۱۹۱۵ء کے موقع پر ارشاد فرمائیں۔ ۲۷/۱۲/۱۵ کی تقریر میں حضورؓ نے "اسمہ احمد" کی پیشگوئی کی تشریح فرمائی اور منکرین خلافت کے وساوس کا ازالہ فرمایا۔ حضورؓ نے نو مضبوط دلائل کے ساتھ مسئلہ خلافت پر روشنی ڈالی ہے۔ تقریر میں مسئلہ نبوتِ مسیح موعودؑ کی وضاحت بھی موجود ہے۔ ۲۸/۱۲/۱۵ کی تقریر میں حضورؓ

نے اِن فتنوں کا تجزیہ فرمایا ہے جو وقتاً فوقتاً مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کا باعث ثابت ہوتے رہے ہیں۔

اِس تقریر میں حضورؓ نے عبداللہ بن سبا کی پوری تاریخ بیان فرمانے کے بعد احبابِ جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

"آپ لوگ اِن باتوں کو سمجھ کر ہشیار ہو جائیں اور تیار رہیں۔ فتنے ہونگے اور بڑے سخت ہونگے۔ ان کو دُور کرنا تمہارا کام ہے۔ خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے اور تمہارے ساتھ ہو اور میری بھی مدد کرے اور مجھ سے بعد آنے والے خلیفوں کی بھی کرے۔ اور خاص طور پر کرے۔ کیونکہ ان کے مشکلات مجھ سے بہت بڑھ کر اور بہت زیادہ ہوں گے۔ دوست کم ہوں گے اور دشمن زیادہ۔ اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ بہت کم ہوں گے۔" (انوارِ خلافت صفحہ ۱۵۲-۱۵۴)

اِس کتاب میں مذکورہ بالا تقاریر کے علاوہ ۲۴ ۱۲/۱۵ کا خطبہ جمعہ بھی شامل ہے۔ کتاب ۲۰×۲۶/۸ سائز کے ۱۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اکتوبر ۱۹۱۶ء میں شائع ہوئی۔

۲۸- قبولیتِ دعا کے طریق

یہ کتابچہ حضورؓ کے دو۲ خطبات جمعہ کا مجموعہ ہے جو حضورؓ نے ۲۱-۷-۱۶ اور ۲۸-۷-۱۶ کو ارشاد فرمائے تھے۔ اِن خطبات کے علاوہ کتابچے میں حضورؓ کے ارشاد فرمودہ درسِ قرآن مجید کے بعض نکات بھی شامل ہیں جن کا قبولیتِ دعا کے مسئلہ سے تعلق ہے۔

یہ کتابچہ ۱۹۱۶ء میں محترم خواجہ غلام نبی صاحب ایڈیٹر الفضل نے مرتب کر کے شائع کیا۔

۲۹- سیرتِ مسیح موعودؑ

نومبر ۱۹۱۶ء میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی نے سیرۃ مسیح موعودؑ کے نام سے ایک مختصر رسالہ تصنیف فرمایا جس میں اختصار کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت، دعویٰ، دلائل، مشکلات اور حضورؑ کی چند پیشگوئیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ۲۰×۳۰/۱۶ کے ۱۰۰ صفحات پر شائع ہوئی۔

۳۰- ذکرِ الٰہی

یہ تقریر ۱۹۱۶ء کے جلسہ سالانہ میں حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمائی۔ ۱۶؍ جولائی ۱۹۱۶ء کو فخر الدین ملتانی کی احمدیہ ایجنسی نے اسے کتابی شکل میں شائع کیا۔

اِس تقریر میں حضورؓ نے ذکرِ الٰہی کی اہمیت، ذکرِ الٰہی کے مختلف طریق، ذکرِ الٰہی کی پانچ حالتیں قرآن کریم سے، ذکرِ الٰہی کے اوقات، ذکرِ الٰہی کے اسلامی طریقے —— غرض اِس موضوع کا عالمانہ اور فاضلانہ انداز سے احاطہ فرمایا ہے۔

یہ کتاب تصوّفِ اسلام کا بہترین خلاصہ ہے۔

دورانِ تقریر ایک غیر احمدی صوفی نے رقعہ لکھا کہ آپ کیا غضب کر رہے ہیں۔ اِس قسم کا ایک ایک نکتہ صوفیا کرام دس دس سال خدمت لے کر بتایا کرتے تھے، آپ ایک ہی مجلس میں سب رازوں سے پردہ اُٹھا رہے ہیں۔

(ملاحظہ ہو تاریخ احمدیت ص۲۱۷)

ذکرِ الٰہی کے موضوع پر نہایت عمدہ اور ٹھوس کتاب ہے۔ ضخامت ۱۲۴ صفحات۔

۳۱۔ زندہ خدا کے زبردست نشانات

زارِ روس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے پورا ہونے پر حضور رضؓ نے اتمامِ حجت کے لئے ۱۴ر اپریل ۱۹۱۷ء کو یہ کتابچہ رقم فرمایا۔ اس مختصر سے کتابچے میں حضور رضؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی متعدد اور پیشگوئیوں کا بھی اختصار کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ رسالہ ۲۰×۲۶/۸ سائز کے ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ انجمن ترقیٔ اسلام قادیان نے پہلی مرتبہ شائع کیا۔

۳۲۔ ترقیٔ اسلام کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح کا ارشاد شملہ سے

یہ کتابچہ جماعت احمدیہ کے نام حضور رضؓ کے ایک اہم پیغام پر مشتمل ہے۔ جس میں اسلام کی ترقی کی خاطر قربانیاں کرنے کی تحریک فرمائی ہے۔ ۱۸×۲۲/۸ سائز کے ۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۸ر دسمبر ۱۹۱۷ء کو شائع ہوا۔

۳۳۔ زندہ مذہب

حضور رضؓ کا ایک معرکۃ الآراء لیکچر ہے۔ اس میں حضور رضؓ نے اسلام کی فضیلت اور صداقت کا تمام مذاہب کو چیلنج دیا ہے۔ حضور رضؓ نے یہ لیکچر ۳ر ستمبر ۱۹۱۷ء کو شملہ کے مینا بک ہال میں ارشاد فرمایا تھا اور دلائل و براہین کے ساتھ ثابت کیا تھا کہ اسلام ہی زندہ مذہب ہے۔ حضور رضؓ نے نہایت پُرشوکت انداز میں تمام مذاہب کے پیرووں کو چیلنج دیا کہ وہ اپنے مذہب کے زندہ ہونے کا ثبوت دینے کے لئے میدانِ مقابلہ میں آئیں۔ یہ لیکچر کتابی شکل میں حافظ عبدالمجید صاحب کمرشل ہاؤس منصوری نے جنوری ۱۹۱۸ء کو شائع کیا۔

۳۴۔ حقیقۃ الرؤیا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ تقریر ہے جو حضور رضؓ نے ۱۹۱۷ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر ۲۸ر دسمبر کو ارشاد فرمائی۔ اس تقریر میں حضور رضؓ نے الہام، کشف اور رؤیا کی تشریح و توضیح فرمائی ہے۔ نیز معترضین کے شکوک کا ازالہ فرمایا ہے۔ خواب، نفسیات اور روحانیات کا ایک خاص موضوع ہے۔ حضور رضؓ نے پُر اثر انداز میں رحمانی خواب اور شیطانی خواب کا فرق بھی واضح فرمایا ہے۔ رؤیا کی اقسام بھی بیان فرمائی ہیں۔ اسی طرح حضور رضؓ نے جھوٹی وحی کی پہچان پر بھی بحث فرمائی ہے۔ اس موضوع پر نہایت دلچسپ کتاب ہے۔ ۱۹۱۸ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔ ۲۰×۲۶/۸ سائز کے ۸۱ صفحات پر مشتمل ہے۔

۳۵۔ اسلام میں اختلافات کا آغاز

یہ حضور رضؓ کا وہ عظیم الشان لیکچر ہے جو حضور رضؓ نے مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی، اسلامیہ کالج لاہور کے زیرِ اہتمام مشہور مؤرخ جناب عبدالقادر مرحوم کی صدارت میں ۲۶ر فروری ۱۹۱۹ء کو ارشاد فرمایا تھا اس فاضلانہ لیکچر میں حضور رضؓ نے اُن فتنوں کا تجزیہ فرمایا ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے

عہد خلافت میں نمودار ہوئے۔ حضور رض نے ان پیچیدہ گتھیوں کو نہایت عالمانہ انداز سے سلجھایا ہے۔

صدر جلسہ نے اس لیکچر کے بارے میں تحسین و آفرین پر مشتمل زبردست ریمارکس دیئے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لیکچر تاریخ اسلام کے اس اہم موڑ کو سمجھنے والوں کے لئے مشعلِ راہ کا حکم رکھتا ہے۔ $\frac{20 \times 30}{16}$ سائز کے ۱۴۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

۳۶۔ عرفانِ الٰہی جلسہ سالانہ منعقدہ مارچ ۱۹۱۹ء کے موقع پر حضور رض نے متعدد تقاریر ارشاد فرمائیں۔ یہ کتابچہ ان تقاریر کا مجموعہ ہے۔ صیغہ تالیف و اشاعت کی طرف سے ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء کے موقع پر شائع ہوا۔ $\frac{20 \times 26}{8}$ سائز کے ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

"آپ کا کام"

اگر کوئی مجلس قواعد و ضوابط کے مطابق بڑی مستعدی سے کام تو کر رہی ہے لیکن وہ اپنے کام کی رپورٹ مرکز میں نہیں بھجواتی۔ جس کے نتیجہ میں وہ مرکز کی راہ نمائی حاصل نہیں کرتی اور مرکز سے اس کا کوئی رابطہ باقی نہیں۔ بلکہ بالکل منقطع ہو چکی ہے۔ تو نہ صرف یہ کہ اس کا کام مرکزی راہ نمائی سے محرومی کی وجہ سے ترقی پذیر اور مفید نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کے برعکس اِس امر کا ہمیشہ خوف ہو سکتا ہے کہ ایسی مجلس اپنی افادیت کو آہستہ آہستہ کھو دے۔ اور جس طرح کہ ایک پتہ یا شاخ جو کس قدر ہی سرسبز کیوں نہ ہو درخت سے کٹ کر آہستہ آہستہ خشک ہو جاتی ہے، یہ خوف یہاں بھی موجود ہے۔

بلکہ اس کے برعکس ایسی مجلس کے متعلق جو کام میں تو اس قدر باقاعدہ نہیں اور مرکزی احکامات کی تعمیل میں قدرے سُست ہے اور غیر مستفید ہے لیکن وہ اپنے غیر مستفید کام کی رپورٹ باقاعدہ مرکز میں ارسال کرتی ہے اور مرکز سے اس کا رابطہ و تعلق قائم ہے تو وثوق کے ساتھ یہ توقع اور امید کی جا سکتی ہے کہ وہ ایک باقاعدگی کے نتیجہ میں کسی نہ کسی روز مفید ترین مجالس میں شامل ہونے کے قابل ہو سکے گی۔ جس طرح کہ ایک کرم خوردہ کسی قدر خشک مگر درخت سے متصل اور اس سے غذا حاصل کرنے والی شاخ کے لئے اِس امر کا امکان باقی رہتا ہے کہ وہ کسی نہ کسی روز پھر سے سرسبز ہو جائے اور ثمر آور ثابت ہو۔ چنانچہ اِس حقیقت کے پیشِ نظر تمام مجالس کے لئے لازمی ہے کہ وہ مرکز سے تعلق قائم رکھیں اور اپنی کارگزاری کی رپورٹ باقاعدہ مرکز میں بھجوائیں۔ اور حسبِ ضرورت مرکز سے راہ نمائی حاصل کرتی رہیں۔

(معتمد خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

م ۔ غ ۔ ا

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۸ نومبر ۱۹۶۵ء کی رات کو آخر وہ گھڑی آ پہنچی ۔ جس کے تصور سے بھی ہمارے دل لرزاں تھے اور جس کا خیال کر کے ہمارا رُواں رُواں کانپ اُٹھتا تھا یعنی مسیح موعود کا لختِ جگر، خلیفۃ المسیح الثانی اور مصلح موعود ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔ کاش ہمارے بس میں ہوتا ۔ ہمیں اتنی طاقت ہوتی تو ہم اس گھڑی کو کچھ دیر کے لئے روک لیتے تا یہ مبارک دَور کچھ اور لمبا ہو جائے مگر خدائی تقدیروں کے سامنے انسانی طاقتوں کی کیا حقیقت ہے ۔

یہ کسی عام شخص کی وفات نہ تھی، یہ مصلح موعود رضؓ کا وصال تھا جس کے ساتھ احمدیت کا ایک سنہرا دَور ختم ہو گیا ۔ ہم خوش نصیب ہیں کہ ہم نے اس موعود خلیفہ کے زمانے کو پایا جس کا انتظار کرتے کرتے اور اُسے دیکھنے کی آس لئے ہوئے ہزاروں انسان اِس دنیا سے رخصت ہو گئے ۔

وہ کوئی معمولی شخص نہ تھا، وہ خدائی بشارتوں کے ماتحت اس دنیا میں آیا اور خدا کی خاص تقدیر کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہُوا ۔ وہ خدا کی قدرت کا ایک چمکتا ہُوا نشان تھا جو ستّر برس تک دنیا کی آنکھوں کو خیرہ کرتا رہا ۔ وہ ظاہری اور باطنی حسن کا مکمل نمونہ تھا جلال وجمال کا ایک حسین امتزاج اور فہم وفراست اور ذہانت وفطانت کا پیکر تھا ۔ اس کے پاس علم کی کوئی ظاہری ڈگری نہ تھی لیکن وہ ایک زبردست عالم تھا کیونکہ خدا نے اسکی پیدائش سے پہلے آسمان پر یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ وہ علومِ ظاہری وباطنی سے پُر کیا جائے گا ۔ اس نے علم کی باریک ترین راہوں پر قدم مارا اور ایسے ایسے لطیف نکتے بیان کئے کہ اہلِ علم ودانش محوِ حیرت ہو گئے ۔

وہ صبر واستقلال، عزم وہمت اور جرأت وبہادری کا مجسّمہ تھا، وہ توکّل علی اللہ کی ایک انتہائی پیاری تصویر تھا جس میں اس کے حسنِ تدبّر اور مستقل مزاجی نے کچھ عجیب دلکش رنگ بھر دیئے تھے ۔ اس نے ۱۹۱۴ء کے آزمائش اور ابتلاء کے دَور میں جس انداز میں جماعت کو سنبھالا دیا اس کی یاد ذہن سے کبھی محو نہ ہو سکے گی ۔ اس کمسن "نوجوان" کی ہمت وفراست کو دیکھ کر بڑے بڑے مدبّر اور منتظم چونک اُٹھے ۔ اُس نے آزمائش کی تیز وتند آندھیوں اور ابتلاء کی خوفناک گھٹاؤں کے درمیان مسندِ خلافت کی طرف قدم اُٹھایا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی خداداد صلاحیتوں کی بدولت گرد وغبار کی یہ ردائیں چاک کر ڈالیں اور فضا کو پھر سے پُرسکون کر دیا ۔ اس نے بپھرے ہوئے طوفانوں کے درمیان خلافت کا بارِ گراں اپنے کندھوں پر اُٹھایا اور نظر کی ایک جنبش سے ان طوفانوں کو ہمیشہ

کے لئے خاموش کر دیا۔

وہ ایک بہترین منتظم تھا اور انسانی نفسیات کے تمام گوشوں پر مکمل عبور رکھتا تھا۔ اُس نے اپنی جماعت کی تربیت ایسے رنگ میں کی کہ زمانۂ حال اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ وہ تمام احمدیوں کو اپنی اولاد سے بڑھ کر عزیز رکھتا تھا۔ اس میں ایک باپ کی سی شفقت و متانت اور ایک ماں کا سا رحم اور پیار تھا۔ ہماری ذرا سی تکلیف پر وہ گداز دل تڑپ اُٹھتا تھا۔ وہ ہمارے لئے راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر خدا کے حضور ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتا تھا اور ہم چین کی نیند سوتے تھے۔

اُس نے ہمارے لئے ہر دُکھ اور ہر تکلیف کو برداشت کیا۔ بعض ایسے مقام بھی آئے جب ہمارے سامنے وسیع و عریض خارزار تھے اس وقت یہ مقدس اور پیاری ہستی ان خارزاروں میں جانکلی۔ وہ خاروں کے فرش پر چلتا رہا، اس کے جسم پر لاتعداد گوکھرو پیوست ہو گئے لیکن اس نے اپنے کرب کو اپنے چہرہ پر عیاں نہ ہونے دیا اور جب وہ ان خار آلودہ جنگلوں سے باہر نکلا تو اس کے ہاتھوں میں مہکتے ہوئے پھول تھے جنہیں اس نے ہمارے دامنوں میں بھر دیا اور اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھا۔ اتنا پیار، اتنی محبت اور اتنی شفقت تو کسی ماں اور کسی باپ نے اپنی اولاد سے بھی نہ کی ہوگی۔

وہ خدا اور اس کے رسولؐ کا اُس زمانے میں سب سے بڑا عاشق تھا۔ وہ خدا کی توحید کا سچا پرستار تھا۔ وہ ہر بات برداشت کر سکتا تھا لیکن خدائے یگانہ کے ساتھ کسی چھوٹے سے چھوٹے شرک کو بھی برداشت کرنا اس کی غیرت گوارا نہ کرتی تھی۔ وہ خدا کا شیر تھا اور شیر نر کی طرح اس نے توحید کے جھنڈے کو اپنی تمام عمر اکنافِ عالم میں بلند کئے رکھا۔ وہ اپنے اہل و عیال، اپنے رشتہ داروں، اپنے دوستوں اور عزیزوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے پر آمادہ تھا مگر اپنے ازلی اور ابدی مالک کے ساتھ بے وفائی کرنا اس کے لئے ممکن نہ تھا۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا فدائی تھا۔ اس نے ہر تکلیف اور ہر دُکھ و درد کو پورے صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کیا اور دلی جذبات کو چہرے پر آشکارا نہ ہونے دیا لیکن جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی اعتراض کیا گیا تو اُس کا دل تڑپ گیا اور اس کی رُوح تلملا اُٹھی اور رسولِ خدا کی عصمت کا یہ پاسبان تمام تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر میدان میں کود پڑا اور ہر مخالف کو للکارا اور اُس وقت تک چین سے نہ بیٹھا جب تک مخالفین کی زبانیں خاموش نہ ہو گئیں اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا حسین چہرہ دنیا نے نہ دیکھ لیا۔ وہ اسلام کا ایک فتح نصیب جرنیل تھا۔ اس نے اسلام کی ترویج و ترقی کے لئے بے نظیر قربانیاں پیش کیں۔ اس نے اپنے متبعین میں اشاعتِ اسلام کے لئے وہ تڑپ پیدا کی کہ اس کے بے سرو سامان مجاہدین نے جن کے دل ایمان و یقین کی دولت سے مالامال تھے تثلیث کے گڑھ یورپ میں خدا کی واحدانیت کے جھنڈے گاڑ دیئے اور افریقہ کے ریگزاروں اور یورپ کی برف پوش چوٹیوں سے خدا کی توحید کی وہ صدائیں گونجیں جن سے یورپ و امریکہ کے کلیسائی ایوانوں میں زلزلہ آ گیا۔

وہ قرآن کا عاشق تھا اور خدا نے اسے اپنی جناب سے قرآن کا خاص علم عطا کیا کیونکہ وہ اس کے ذریعہ "کلام اللہ کے مرتبہ" کو دنیا پر ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ وہ قرآنی علوم کے سمندر کا ایک ماہر غواص تھا۔ وہ علوم و معارف کے اس سمندر کی اتھاہ گہرائیوں تک پہنچا، اور علم و عرفان کے وہ بیش بہا گوہر نکالے جو دنیا سے آج تک پوشیدہ رہے۔ وہ ایک بہت بڑا مفسر تھا اور اس نے قرآنی آیات کی ایسی دلکش تفسیر کی کہ انسان پر وجد طاری ہو جاتا ہے اور حقیقت میں اس نے قرآنی علوم کے موتیوں کی کان سے وہ انمول موتی نکالے جن سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔

وہ اس زمانے میں انسانیت کا سب سے بڑا محسن تھا۔ اس کے دل میں مخلوقِ خدا کی ہمدردی رچی ہوئی تھی۔ اس نے بلا امتیاز مذہب و ملت ہر مظلوم کی حمایت کی، اور ہر ظالم کے خلاف آواز بلند کی۔ جب کشمیر کے مظلوم و بے بس عوام ڈوگرہ سامراج کی چیرہ دستیوں کا شکار ہو رہے تھے تو سب سے پہلے جس نے ان کے حق میں آواز اٹھائی وہ انسانیت کا یہی درد مند تھا۔ اس نے کشمیری مسلمانوں کے حقوق کے لئے انتھک کوشش کی اور ڈوگرہ استبداد کے خلاف مسلمانانِ ہند کو بیدار کرنے میں اسی مردِ مجاہد کا ہاتھ تھا۔ اس کے ان کاموں کے اپنے تو کیا بیگانے بھی معترف ہیں حقیقت میں تو کشمیریوں کو عروسِ آزادی سے قریب کرنے میں اس اولوالعزم مردِ مومن کا بڑا دخل ہے۔ کشمیری عوام اپنے اس محسن کے احسانات کو کبھی فراموش نہ کر سکیں گے۔ اس عظیم المرتبت انسان کی یاد ہمیشہ انکے دلوں میں رہے گی۔ کشمیر کی تاریخ میں اس کے کارنامے سنہرے حروف سے لکھے جائیں گے۔ وہ مسلم اتحاد کا سب سے بڑا داعی تھا اور تمام رکاوٹوں اور مخالفتوں کے باوجود عمر بھر اس کے لئے کوشاں رہا۔

وہ ضبط و تحمل کا پیکر تھا اور برداشت کی بے پناہ قوت اپنے اندر رکھتا تھا۔ اس نے ہر دکھ اور ہر تکلیف کو بے مثال صبر سے سہا اور روح کے کرب کو چہرے پر عیاں نہ ہونے دیا۔ اسے مخالفتوں کے خارزاروں میں سے گزرنا پڑا مگر اس کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ اغیار نے طعن و تشنیع سے اس کا سینہ چھلنی کر دیا مگر اس کی جبین پر شکن تک نہ آئی۔ انہوں نے ہر مقام پر اسے گزند پہنچانے کی کوشش کی مگر اس کے ماتھے پر کوئی بل نہ آیا۔ وہ کون سی مخالفت تھی جو اس سے روا نہ رکھی گئی وہ کون سا تمسخر تھا جو اس سے نہ کیا گیا ہو مگر ایثار و وفا کے اس پتلے نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اور اپنے ماننے والوں کو بھی یہی نصیحت کرتا رہا ؎

دشمن کو ظلم کی برچھی سے تم سینہ و دل برمانے دو
یہ درد رہے گا بن کے دوا تم صبر کرو وقت آنے دو

وہ انسانی جذبات کے رباب کو چھیڑنے سے بخوبی آشنا تھا اور اس کے تاروں کو اس خوبصورتی سے جنبش دیتا تھا کہ انسان تڑپ اٹھتا تھا اور اس فن سے اس نے اپنے متبعین سے وہ کام لئے کہ ایک دنیا حیران و ششدر رہے۔

وہ ایک ہمہ گیر شخصیت تھی۔ وہ ایک مفکر بھی تھا

اور ایک مدبر بھی۔ وہ ایک مذہبی پیشوا تھا مگر سیاسیات
حاضرہ پر گہری نظر رکھتا تھا۔ اس کا سینہ قرآنی علوم کا
ایک بحرِ ذخار تھا۔ وہ دینی علوم کا ایک بے مثل عالم
تھا مگر دنیوی علوم کے تمام حصوں پر بھی کامل عبور رکھتا تھا۔
وہ شفقت و رأفت کا پیکر اور متانت و سنجیدگی کا مجسم
تھا۔ وہ مزاح کی حسِ لطافت بھی رکھتا تھا لیکن کوہِ
وقار بھی تھا۔ وہ ایک بہترین ادیب ہی نہیں، ایک
شعلہ بیان مقرر بھی تھا۔ وہ حلیمی اور شیرینی کی ایک
کان اور عفو و بردباری کی ایک زندہ مثال تھا۔ وہ
عزم و استقامت کی چٹان تھا۔ اس کے سامنے مخالفتوں
کے پہاڑ آئے اور مشکلات کے گہرے سمندروں نے
اس کا راستہ روکا مگر خدا کا یہ سپاہی آگے ہی بڑھتا
چلا گیا یہاں تک کہ اس نے منزلِ مقصود کو پالیا۔

اس کا وجود ایک موعود وجود تھا جس کی خبر
ہزاروں سال پیشتر خدائی نوشتوں میں دی گئی۔ ایسے
مقدس وجود بار بار دنیا میں نہیں آتے۔ وہ صدیوں کے
بعد صفحۂ ہستی پر نمودار ہوتے ہیں۔ ان کی آمد بڑے
بڑے انقلابات کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ ان کی انگلی کا
ایک اشارہ اور ان کی نظر کی ایک جنبش دنیا میں بڑی
بڑی تبدیلیاں پیدا کرنے کے لئے کافی ہوتے ہیں۔ وہ
عمر بھر دلوں پر حکومت کرتے ہیں اور جاتے ہیں تو ایک
دنیا کو اپنے غم میں سوگوار چھوڑ جاتے ہیں۔

اے مصلح موعودؓ! تیرا وجود خدا کی قدرت کا ایک
زندہ نشان تھا۔ تیری زندگی کا ایک ایک لمحہ خدا کی توحید
کو دنیا میں پھیلانے اور اس کی مخلوق کی ہمدردی میں گزرا۔
ہم خدا کو حاضر جان کر یہ گواہی دیتے ہیں کہ تیرے سپرد جو امانت
کی گئی تھی تُو نے جان سے زیادہ اسکی حفاظت کی۔ تُو اپنی زندگی کی
آخری سانس تک خدا کی واحدانیت کو پھیلانے کے لئے
کوشاں رہا۔ تُو ہمارا امام ہی نہیں ہمارا باپ بھی تھا۔ تُو نے
ایک ماں سے بڑھ کر ہمیں پیار دیا۔ تیرے جانے سے ہم
بے سہارا ہو گئے اب کون ہے جو آزمائش کے وقت ہمیں
ڈھارس دیگا۔ کون ہے جو ہمارے دُکھ درد پر بے چین
ہو جائیگا۔ کون ہے جو راتوں کو اُٹھ کر خدا کے حضور ہمارے
فکر میں تڑپے گا۔ کون ہے جس کے زیر سایہ تکلیفوں کے دوران
ہم وہی سکون محسوس کرینگے جو ایک بچہ اپنی ماں کی آغوش میں
محسوس کرتا ہے۔ تیرے پیار کو ہم کبھی بھلا نہ سکیں گے تیری
محبت ہمارے ذہنوں سے کبھی محو نہ ہوگی۔ تیری یاد ہمیں عمر بھر
ستائے گی۔ تیرے ساتھ گزاری ہوئی گھڑیاں ہماری یادوں
کا بہترین سرمایہ ہونگی جنہیں ہم اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھیں گے۔
تُو ظاہری طور پر ہم سے جُدا ہوا ہے روحانی طور پر تو ہمارے
پاس ہے اور دنیا کی کوئی طاقت تجھے ہم سے چھین نہیں سکتی۔ ہر احمدی
کے دل میں تیری محبت نقش ہے۔ اے ہمارے محبوب! ہم بے وفا
نہیں ہیں ہم ان نقوش کو کبھی مٹنے نہ دینگے بلکہ اور زیادہ گہرا کرتے
چلے جائیں گے۔ اے فضلِ عمرؓ! تیری روح یقیناً خوش ہوگی کہ
فراق کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور تُو اپنے محبوبوں کے پاس پہنچ گیا۔
خدا نے جنت الفردوس میں تیرا مقام رکھا ہے۔ جا! کہ خدا کے فرشتے
تیرے استقبال کیلئے آئے ہیں۔ جا اور اپنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور
مسیح پاکؑ کے قدموں میں جگہ پا۔ اے جانے والے تجھ پر خدا
کے لاکھوں سلام اور رحمتیں ہوں! +

ا-ق-مرزا

لو آج ابنِ مہدیٔ مسعود چل دیا
محبوب میرا، وہ مرا محمود چل دیا
اہلِ وفا کو عشق کی راہوں پہ ڈال کر
وہ رہنما، وہ مصلح موعود چل دیا

...

رفتارِ وقت روکے رکتی بھی ہے کبھی؟
ناداں تھا دل جو ایسے گماں سے بہل گیا
سوئے ہوئے تھے چین سے غفلت کی نیند میں
آنکھیں کھلیں تو دیکھا کہ سورج بھی ڈھل گیا

...

یوسف بھی دیکھ کے ہو خجل ایسا حسن تھا
وہ رنگ، وہ نکھار، وہ چہرے کے خدوخال
معصومیت بلا کی، تبسم کی جھلکیاں
آنکھوں کی دلکشی، لب و رخسار کا جمال

گزرا ہے وقت کب ہمیں احساس نہ ہوا
بچے بڑھے، جوانوں کا ڈھلنے لگا شباب
آواز آئی یہ تو سبھی چونک سے گئے
نکلا وہ چاند چرخ پہ ڈوبا وہ آفتاب

...

محمود نام ہے ترا، ہر کام خیر ہے
ہر فعل، ہر عمل ترا ہر گام خیر ہے
تیری تمام زندگی تقویٰ کی ہے مثال
آغاز خیر تھا ترا انجام خیر ہے

...

"فضل عمرؓ" کے عہد کی وہ قیمتی کتاب
جس کا خدا نے آپ ہی لکھا تھا انتساب
اک عمر جس کو پڑھ کے مسرّت ملی ہمیں
لو آج ختم ہو گیا وہ زر نگار باب

...

او جانے والے تیرے تصوّر میں رات دن
قلبِ حزیں سے آتی ہے بس ایک ہی صدا
تیرا فراق ہم کو گوارا نہ تھا مگر ــــ!
"ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا"

عظمت جاوید

مصلح موعودؓ کی ایک امانت

اور

خدام الاحمدیہ کا فرض!

تحریک جدید کا قیام ۱۹۳۴ء میں خدائی منشاء کے مطابق عمل میں آیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اسلام کے دفاع اور اس کی اشاعت اور خدا کی وحدانیت کو دنیا میں قائم کرنے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت زمانے سے منوانے کے لئے تحریک جدید کی بنیاد رکھی۔ پہلے پہل اس تحریک کو عارضی طور پر جاری کیا گیا لیکن پھر اس کے دور رس اور خوشکن اثرات دیکھتے ہوئے حضورؓ نے اسے مستقل اور دائمی تحریک قرار دے دیا۔ ۱۹۳۴ء میں جب حضورؓ نے جماعت کے سامنے اس تحریک کو پیش کرتے ہوئے مالی قربانی کی تحریک کی اور ساڑھے ستائیس ہزار روپیہ کا مطالبہ جماعت سے کیا تو مخلصین جماعت نے والہانہ انداز میں اپنے پیارے امامؓ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے چند ماہ کے اندر ایک لاکھ سے زائد رقم کے وعدے اپنے امامؓ کے حضور پیش کر دیئے۔ اور یہی وہ لوگ تھے جو آگے چل کر تحریک جدید کے پانچ ہزار مجاہدین کہلائے۔ ان مجاہدین نے وہ بے نظیر قربانیاں پیش کیں جن سے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہو گئی۔ ان میں وہ بھی تھے جنہوں نے اپنے پورے مہینہ کی تنخواہ چندہ میں دیدی اور وہ بھی تھے جنہوں نے کئی مہینوں کی تنخواہ کے برابر چندہ دیا اور وہ بھی تھے جنہوں نے اپنے امامؓ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنا کل اثاثہ خدا کے دین کے لئے پیش کر دیا۔ آنے والی نسلیں ان مجاہدین کے احسانوں کو فراموش نہ کر سکیں گی اور مستقبل کا مؤرخ احمدیت کی تاریخ لکھتے ہوئے ان کا نام سنہرے حروف سے لکھے گا کہ یہی وہ لوگ تھے جن کے ذریعے احمدیت کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔

۱۹۴۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے دفتر دوم تحریک جدید کی بنیاد رکھی اور اس کی تمام تر ذمہ واری خدام الاحمدیہ پر ڈالی تاکہ مالی قربانی کا یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے اور دفتر اول کے مجاہدین کے ساتھ ہی ختم نہ ہو جائے لیکن انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ خدام الاحمدیہ نے اپنے فرض کو نہیں پہچانا اور دفتر دوم کے ۱۶ ہزار مجاہدین مالی قربانی کے اس معیار کے قریب بھی نہ پہنچ سکے جو دفتر اول کے ۵ ہزار مجاہدین نے قائم کیا تھا۔ کجا یہ کہ وہ اس سے زیادہ قربانی کا نمونہ پیش کرتے۔

نونہالانِ جماعت سے خطاب کرتے ہوئے حضورؓ
نے فرمایا تھا کہ ؎

جب گزر جائیں گے ہم تم پہ پڑیگا سب بار
سستیاں ترک کرو طالبِ آرام نہ ہو

آہ! وہ گھڑی آپہنچی ہے جس کے تصوّر سے بھی ہمارے
دل لرزاں تھے اور جس کا خیال کرکے ہمارے جسموں پر کپکپی
طاری ہو جاتی تھی۔ خدا کا یہ بندہ اب ہم سے جُدا ہو چکا ہے
اور ہمارے کمزور اور ناتواں کندھوں پر وہ عظیم بار پڑ چکا ہے
جس کو اُٹھانے کے لئے ہمارے آقا نے نصف صدی سے
زائد عرصہ تک ہماری تربیت کی۔ ہم نے اسلام کے سفینہ کو
پار لگانا ہے۔ ہم نے اسلام کے شجر کو اپنے لہو سے سینچا
ہے تاکہ یہ پہلے سے زیادہ بڑھے پھلے اور پھولے۔ خدا
اور اس کی مخالفت میں چلنے والا ہر تیر ہم نے اپنے سینہ
پر روکنا ہے۔ یہ کام ہم سے ہماری جان اور مال کا مطالبہ
کرتا ہے۔ یہ کام ایثار چاہتا ہے، بہت بڑا ایثار۔ خدا
کا ایک محبوب بندہ ہمارے سپرد بڑا امانت کر گیا ہے۔
ہمارے سپرد یہ کام کیا گیا ہے کہ خدا کی توحید کو دنیا کے چپے
چپے اور گوشہ گوشہ میں قائم کرنا ہے۔ یہ بہت بڑا کام ہے
اور بغیر خدا کے فضل کے نہیں ہو سکتا۔ پس اے احمدی نوجوانو
اس امانت کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز جانو اور اس کی
حفاظت کے لئے اپنی جانوں اور مالوں کی حفاظت کیلئے
تیار ہو جاؤ۔ خدا نہ کرے کہ ہم اس امانت میں ذرہ بھر بھی
خیانت کرنے والے بنیں۔

تحریک جدید کے ذریعے اشاعتِ اسلام کا ایک
وسیع نظام قائم ہو چکا ہے مگر یہ کام تو آٹے میں نمک کے
برابر بھی نہیں ہے۔ ہم نے تو تمام دنیا سے خدا کی توحید کا
اقرار کرانا ہے ہم نے تو تمام انسانوں کو اسلام میں داخل
کرنا ہے اور یہ نظام اس امر کا متقاضی ہے کہ ہم اپنے
اموال بڑھ چڑھ کر تحریک جدید کی بقاء کیلئے پیش کریں۔

آج ہم یہ دعویٰ کرتے نہیں تھکتے کہ اس وقت دنیا
میں ہم ہی وہ لوگ ہیں جو خدا اور اس کے رسولؐ سے سچی
محبت کرتے ہیں۔ اب ہم نے دیکھنا ہے کہ ہم اپنے اس دعویٰ
میں کہاں تک سچے ہیں۔ آج ہمارے اس ازلی اور ابدی
محبوب کے ساتھ ہزاروں شریک ٹھہرائے جا رہے ہیں۔
اس کی ذات کے ساتھ ہنسی اور ٹھٹھا کیا جا رہا ہے، اس کے
وجود سے انکار کیا جا رہا ہے پھر ہم کیوں نہیں اس پیارے
کے لئے اپنی غیرت کا مظاہرہ کرتے۔ ہم کیوں نہیں اپنی جیبوں
میں ہاتھ ڈالتے۔ ہم کیوں نہیں اپنے مالوں کا ایک بڑا حصہ
اس کے جاہ وجلال کو دنیا میں ظاہر کرنے کے لئے خرچ کرتے۔
اگر ہم اس دعویٰ میں سچے ہیں اور یقیناً سچے ہیں تو پھر اُٹھیے
اور دنیا پر ثابت کر دیجئے کہ اگر خدا تعالیٰ کے لئے آج کوئی
غیرت رکھتا ہے تو وہ ہم ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ
فرماتے ہیں:۔

"دنیا میں آج خدا تعالیٰ کو قریباً
ہر گھر سے اور ہر ملک سے نکال دیا
گیا ہے۔ اے احمدی مخلصو!
خدا تعالیٰ نے تم کو مقرر کیا ہے کہ
خدا کو اس کے گھر میں داخل کرو۔
کیا تحریک جدید کے جہاد میں
بڑھ چڑھ کر حصّہ لے کر تم خدا کو اس

کے گھر میں داخل نہ کروگے۔"

آج ہم اس بات کے دعویدار ہیں کہ دنیا میں صرف اور صرف ہم ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح مقام جانتے ہیں اور یہ وجود ہمیں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ پیارا ہے مگر آج ہمارے اس پیارے وجود کو گالیاں دی جاتی ہیں، اس کی مقدس ذات سے تمسخر کیا جاتا ہے اور دنیا کے اس معصوم ترین انسان پر وہ الزام لگائے جاتے ہیں کہ جنہیں سن کر انسانیت کانپ کانپ اٹھتی ہے۔ کیا ہماری غیرت یہ سب کچھ برداشت کر سکتی ہے؟ کیا ہمارے اموال و امتاع اور ہمارے اہل و عیال اس محبوب ہستی سے ہمیں زیادہ عزیز ہیں؟ نہیں نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا تو پھر ہم کیوں سستی دکھا رہے ہیں۔ ہم کیوں دنیا کو اپنے اس محبوب کا چاند سے زیادہ روشن اور سورج سے زیادہ چمکدار چہرہ دکھانے کے لئے قربانیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش نہیں کرتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:-

"سب سے زیادہ مظلوم انسان آج
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہیں۔ ہر سال لاکھوں کتب آپؐ
کے چاند سے زیادہ روشن چہرہ پر
گرد ڈالنے کے لئے شائع کی جاتی
ہیں۔

اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی محبت کے دعویدارو!! کیا تم
اس کے جواب میں اپنی جیبوں میں
ہاتھ نہ ڈالوگے اور تحریک جدید
میں حصہ لے کر اپنی محبت کا ثبوت
نہ دوگے۔"

اے نونہالانِ احمدیت اٹھو اور اپنے محبوب امامؓ کی آواز پر لبیک کہو اور خدا کی توحید اور اس کے رسولؐ کی عظمت کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے اپنا مال، جان پیش کر دو اور دنیا پر یہ ثابت کر دو کہ تمہیں اس دنیا کی ہر چیز سے زیادہ غیرت خدائے ذوالجلال اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔

دفتر دوم کے قیام کے ساتھ ہی حضور رضی اللہ عنہ برابر خدام الاحمدیہ کو ان کی ذمہ داری کی طرف توجہ دلاتے رہے لیکن ہم اپنے فرائض سے عہدہ برآ نہ ہو سکے۔ خدا کا یہ برگزیدہ پکار پکار کر ہم سے کہتا رہا کہ:-

"اگر تم نے احمدیت کو دیانتداری
سے قبول کیا ہے تو اے مردو اور
اے عورتو! تمہارا فرض ہے کہ
تحریک جدید کے اغراض و مقاصد
میں میرے ساتھ تعاون کرو۔ زمین
و آسمان کا خدا گواہ ہے کہ جو کچھ
مَیں کہہ رہا ہوں اپنے نفس کیلئے
نہیں کہہ رہا خدا تعالیٰ اور اسلام
کے لئے کہہ رہا ہوں، محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کہہ رہا
ہوں۔ تم آگے بڑھو اور اپنا
تن، اپنا من اور اپنا دھن خدا اور

اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کے لئے قربان کر دو۔"

مگر ہم خوابِ غفلت سے بیدار نہیں ہوئے۔ ہم نے اپنے امام رضؓ کے ارشادات کی تعمیل نہیں کی۔ تب حضورؓ نے اپنی زندگی میں ہم سے عہد لیا اور ہم نے خدا کو حاضر و ناظر جان کر مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر اپنے خدا سے یہ عہد باندھا کہ ہم دفتر دوم کا چندہ پانچ لاکھ تک پہنچائینگے مگر اب کتنے ہی سال گزر گئے۔ ہم نے اپنا یہ وعدہ ایفا نہ کیا۔ آخر کیوں؟ کیا ہم نے (نعوذ باللہ) اس وقت خدا سے جھوٹا وعدہ کیا تھا؟ کیا ہم اتنے بے غیرت اور بے حس ہو چکے ہیں کہ خدا کی قسم کھاتے ہیں اور پھر اسے پورا نہیں کرتے؟ کیا ہماری ایمانی حالت اس حد تک کمزور ہو چکی ہے کہ ہمارا خلیفہ اور مطاع ہم سے بار بار اور دردمندانہ طور پر اشاعتِ اسلام کے لئے چندے کی اپیل کرتا ہے اور ہم سُنی اَن سُنی کر دیتے ہیں۔ کیا ہمارے دلوں میں دنیا کی محبت اس قدر اثر کر گئی ہے کہ خدا کی وحدانیت کو دنیا میں قائم رکھنے کے لئے ہم اپنے مالوں میں سے کوئی رقم خرچ کرنا پسند نہیں کرتے کیا یہ ٹھیک ہے؟ اگر نہیں تو پھر کیوں ہمارے قدم ابھی تک پیچھے ہیں اور ہم نے خدا کو حاضر و ناظر جان کر جو وعدہ کیا تھا اُسے کیوں پورا نہیں کر سکے۔ لیکن اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو پھر ہم دنیا کو کیا سکھانے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں جب کہ خود ہماری حالت کچھ سیکھنے کا مطالبہ کرتی ہے۔ ہم لوگوں کو کس چیز کی تعلیم دینا چاہتے ہیں جب کہ خود ہمارے نفسوں کی اصلاح ہونے والی ہے۔ ہم زمانے میں کون سا انقلاب برپا کرنا چاہتے ہیں جب کہ خود ہمیں اپنے دلوں میں ایک پاک تبدیلی پیدا کرنی ہے۔

اے احمدی نوجوانو! اگر دنیا کی محبت تمہارے دلوں میں رچ گئی ہے تو اپنے ضمیروں کو جھنجھوڑو کہ خدا تم سے تمہارے مالوں اور تمہاری جانوں کا مطالبہ کرتا ہے۔ یاد رکھو کہ خدا کو تمہاری ضرورت نہیں مگر تمہیں خدا کی ضرورت ہے۔ آج دنیا تمہاری طرف دیکھ رہی ہے کیونکہ خدا نے اس زمانے میں تمہیں مقرر کیا ہے کہ تم خدا کی توحید کا آبِ حیات دنیا کو پلاؤ، خدا نے تمہیں مقرر کیا ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا چمکدار اور حسین چہرہ لوگوں کو دکھاؤ۔ پس اپنے فرائض کو پہچانو کہ خدا کے پیار کی طرح اس کا غضب بھی بڑا سخت ہوتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری کاہلی اور سُستی کے نتیجہ میں خدا کسی اور قوم کو ہماری جگہ کھڑا کر کے اپنے فضلوں کا وارث بنا دے کہ وہ ذات انتہائی بے نیاز ہے۔

آج خدا اور اس کے رسولؐ اور اس کے دین کے ساتھ ٹھٹھا کیا جا رہا ہے۔ اے خدا کے نام کی عظمت کیلئے غیرت رکھنے والو! اے رسولِ خدا کی عصمت کے رکھوالو! اے دینِ محمدیؐ کے پاسبانو! اب وقت ہے کہ اپنی ایمانی غیرت کا ثبوت دو اور خدا اور اس کے رسولؐ کے نام کو سربلند رکھنے کے لئے تحریک جدید میں چندہ دے کر مالی قربانی کا وہ بے نظیر نمونہ پیش کرو کہ دفتر اول کے مجاہدین سے بھی سبقت لے جاؤ کیونکہ مومن کا ہر قدم نیکی کی طرف بڑھتا ہی چلا جاتا ہے پیچھے نہیں ہٹتا۔ پس دنیا

پر ثابت کر دو کہ ہماری آنے والی نسلیں پہلوں سے زیادہ قربانی کرنے والی ہیں۔ اگر اب بھی ہم نے اپنے فرائض کو نہ سمجھا تو آئیندہ نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گی اور قیامت کے دن خدائے ذوالعرش کے حضور جواب دہی بڑی سخت ہوگی۔

آج ہماری ایک پیسہ کی قربانی بھی آئیندہ کے لاکھوں کروڑوں روپے کے برابر ہوگی کیونکہ اب وقت ہے کہ خدا کو آپ کے مالوں کی ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"پس چاہیئے کہ خدا پر توکل کر کے پورے اخلاص اور جوش اور ہمت سے کام لیں کہ یہی وقت خدمت گزاری کا ہے۔ اس کے بعد وہ وقت آتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ بھی اس راہ میں خرچ کریں تو اس وقت کے پیسہ کے برابر نہ ہوگا۔"

ہم لوگ خوش قسمت ہیں کہ ہم اس زمانے میں پیدا ہوئے اور بد قسمت ہیں کہ اگر ہم اس موقعہ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے مال خدا کی راہ میں قربان نہ کریں۔ وہ وقت آتا ہے کہ جب لوگ کفِ افسوس ملیں گے کہ کاش وہ اس زمانے میں پیدا ہوئے ہوتے۔ پس آئیے کہ ہم اس مبارک گھڑی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے خدا تعالےٰ کے جاہ و جلال کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے اپنے مال خرچ کریں۔

وہ مقدس اور مطہر وجود اور وہ پاک اور برگزیدہ ہستی آج ہم میں موجود نہیں ہے جس کے ہاتھ پر ہم نے یہ عہد باندھا تھا مگر اس کے ساتھ ہی اس عہد کی قدر و قیمت اور اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

اے خدام الاحمدیہ! جس شخص کے ہاتھ پر آپ نے یہ پختہ عہد کیا تھا* وہ خدا کا ایک پیارا تھا وہ مصلح موعود تھا، وہ ہمارا محسن تھا، اس نے باپ سے زیادہ ہم سے پیار کیا، اس نے ہمارے لئے ہر دُکھ اور تکلیف سہی۔ ہم اس کے احسانات گن نہیں سکتے اور اُس محبت کا جو اُسے ہمارے ساتھ تھی اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ کیا ہم ایسے شخص کے ہاتھ پر کئے ہوئے وعدے کو بھلا سکتے ہیں؟ اگر ہم نے ایسا کیا تو کیا دنیا ہمیں احسان فراموش نہ کہے گی؟ کیا دنیا والے ہمیں یہ طعنہ نہ دینگے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے محسن سے وعدہ کر کے پھر جاتے ہیں؟ نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ تو پھر اے خدام الاحمدیہ! اُٹھو کہ تمہارے بانی اور آقا کی روح آسمان سے یہ پکار رہی ہے کہ جو وعدہ تم نے میرے ہاتھ پر کیا تھا اور جسے تم نے میری زندگی میں پُورا نہیں کیا اُسے اب پورا کرو۔ یہ ایک امانت ہے جو میں تمہارے پاس چھوڑ آیا ہوں اس میں خیانت نہ کرنا۔

اے مسیح محمدی کے پیرو! اپنے اس عہد کو جلد از جلد پورا کیجئے کہ کہیں اغیار یہ نہ کہہ دیں کہ یہ لوگ خدا کی محبت کا دم بھرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ وعدہ کر کے توڑ دیتے ہیں۔ یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے دعویدار ہیں لیکن اس کے لئے اپنے مالوں

* وہ کوئی معمولی آدمی نہیں تھا وہ ہمارا خلیفہ اور امام تھا۔

کی قربانی دینے سے ہچکچاتے ہیں، یہ لوگ اپنے خلیفہ سے محبت اور اس کی اطاعت کے داعی ہیں لیکن اس کی آواز پر لبیک نہیں کہتے اور اس کے ہاتھ پر کئے ہوئے عہد سے مُنہ پھیر لیتے ہیں۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے علمبردار ہیں لیکن خدا، اس کے رسولؐ، اس کے مسیحؑ اور اس کے خلیفہ سے بدعہدی کرتے ہیں۔ کیا ہماری غیرت یہ سب کچھ برداشت کر سکتی ہے؟ نہیں نہیں۔ تو پھر دیر کس بات کی۔ آئیے! ہم دنیا پر ثابت کر دیں کہ ہمارا مرنا اور جینا اور قربانیاں اور عبادات صرف اور صرف خدا کے لئے ہیں۔ ہمارا ذرہ ذرہ اور ہمارے مال کا ایک ایک پیسہ خدا کے لئے ہے، ہمارے لئے پیسہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے کہ یہ مادی چیز ہے، اصل چیز خدا اور اس کے رسولؐ کی خوشنودی ہے۔ آئیے! ہم دنیا کو دکھا دیں کہ خدا کی توحید ہمیں ہر چیز سے زیادہ پیاری ہے اور اس کے لئے یہ عہد کیا ہم اس قسم کے ہزاروں عہد پُورا کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ آئیے! ہم یہ عہد کریں کہ اس سال تحریک جدید کے دفتر دوم دوم کے چندوں کی وصولی پانچ لاکھ سے تجاوز کر جائیگی تا ہمارے آقا کی روح ہم پر فخر کرے۔ کیا ہم ایسا کر سکتے ہیں؟ یقیناً کر سکتے ہیں کیونکہ خدا کے لئے محبت کا تقاضا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیرت کا تقاضا اور اسلام کے لئے تڑپ کا تقاضا ہے کہ ہم ایسا کریں اور مصلح موعودؓ کا ہم سے تقاضا ہے کہ:-

"تم نے جس شخص کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر یہ اقرار کیا ہے کہ تم اپنی جانیں اور اپنے مال، اپنی عزّت اور اپنی وجاہت سب کچھ اس پر قربان کر دو گے وہ تم سے قربانی کا مطالبہ کرتا ہے اور تمہارے مال تم سے مانگتا ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ آگے بڑھو اور اپنے عہد کو پُورا کرو۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ ہر وہ شخص جو اپنے اندر ایمان کا ایک ذرہ بھی رکھتا ہے وہ میری اس تحریک پر مہ آگے آجائے گا اور وہ شخص جو خدا تعالیٰ کے نمائندے کی آواز پر کان نہیں دھرے گا اس کا ایمان کھویا جائے گا۔"

جناب نسیم سیفی

خود اعتمادی

دیکھتے ہیں گر فضا میں مجلسِ مے خانہ ہم
گاہ ہو جاتے ہیں اپنے آپ سے بیگانہ ہم

ہم سے پیدا ہے جہاں میں ارتباطِ جزو و کل
عشق ہم ہیں، حسن ہم ہیں، شمع ہم، پروانہ ہم

خود بتا کیا رہ گئی ہے کوئی وجہِ امتیاز
تو ہماری داستاں ہے اور ترا افسانہ ہم

جلوہ جلوہ میں ہماری ہی نظر ہے کارگر
ذرہ ذرہ سے عیاں ہیں صورتِ جانانہ ہم

گاہ تڑپاتی ہے کعبہ کو ہماری جستجو
کھٹکھٹاتے ہیں کبھی دروازہء بتخانہ ہم

ہم اگر چاہیں بدل دیں یہ زمین و آسماں
ذرہ ذرہ میں بسا دیں اک تجلّی خانہ ہم

مے پرستوں کے لئے گردش میں ہیں ماہ و نجوم
محفلِ شب میں سمجھتے ہیں انہیں پیمانہ ہم

آنسوؤں کی جگمگاہٹ میں ہے رقصِ زندگی
قہقہوں میں سن رہے ہیں موت کا افسانہ ہم

آپ کی اس بے رُخی میں بھی ہے اندازِ کرم
آپ کے جور و ستم سے ہیں کہیں بیگانہ ہم

ہم سمجھتے ہیں نسیم اسرارِ مرگ و زندگی
کھیلتے ہیں زندگی سے صورتِ پروانہ ہم

نچھاور مال و جاں کر کے نکالو حوصلہ اپنا

(نتیجۂ فکر جناب حکیم سیّد عبد الهادی صاحب ہادی)

بڑھے جاؤ خوشی سے تم دکھاؤ حوصلہ اپنا
خدا آساں کریگا گو ہے مشکل مدّعا اپنا

مسلمانو ملی تم کو یہی تعلیم قرآں سے
اطاعت تم کرو اس کی جو ہو فرمانروا اپنا

مٹا کر پہلے تم دل سے نفاق و بغض و کینہ کو
دکھادو سارے عالم کو یہ منظر خوشنما اپنا

جہانگیری کا سکّہ پھر بٹھا دو سارے عالم پر
یہی ہے آرزو دل کی یہی ہے مدّعا اپنا

قدم چومیں گے آ آ کر جدھر تم رُخ کو پھیروگے
اگر پھر آج قرآں کو بنا لو رہنما اپنا

مسلمانو وفاداری تمہارا ہی تو شیوہ ہے
جہاں کو پھر دکھادو پھر ذرا رنگِ وفا اپنا

نہ آئیگا کبھی کچھ کام یہ تیر و تفنگ آخر
نہ ہوگی یہ زمیں اپنی نہ ہو جب تک خدا اپنا

اگر دل میں تمہارے کچھ وطن کی آج الفت ہے
نچھاور مال و زر کر کے نکالو حوصلہ اپنا

وفاداری کا منشاء ہے محبت کا تقاضا ہے
تصدق جان بھی کردو کرو دل بھی فدا اپنا

گھرا ہے ہر طرف سے اب وطن نرغے میں دشمن کے
بچا لو اس کو آفت سے دکھا کر حوصلہ اپنا

خدا کے واسطے سُن لو نصیحت آج ہادی کی
بنو بھارت کے فاتح تم یہی ہے مدّعا اپنا

مکرم رفیق احمد صاحب اختر

"ہے عمل میں کامیابی......"

جیین والٹر فرانس میں فنِ تعمیر کا نوجوان طالب علم تھا کہ ایک روز وہ سائیکل پر استنبول کے ۲۰۰۰ میل لمبے سفر پر نکل کھڑا ہوا۔ اُس وقت اُس کے پاس اتنی نقدی تھی جس سے بمشکل وہ دو دن تک گزارا کر سکتا تھا۔ چنانچہ جگہ جگہ اُسے ہوٹلوں، کھیتوں اور فیکٹریوں میں کام کرنا پڑتا رہا۔ سونے کے لئے سڑک کا کنارا ہوتا یا کسی دکان کا برآمدہ۔ بالآخر وہ طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرتا ہوا، برف کے طوفانوں سے گزرتا، فاقے کرتا اور موت کے مُنہ سے بچتا ہوا مناروں کے شہر میں پہنچ گیا۔

آج والٹر ۷۳ سال کی عمر کے باوجود ہشاش بشاش، تندرست و توانا اور امیر کبیر و مشہور و معروف ماہرِ تعمیرات ہے اور یقین رکھتا ہے کہ اُس کی تمام تر ترقیات کا راز اُس کے سائیکل پر بچپن کے اُس ۲۰۰۰ میل سفر میں مضمر ہے جس میں اُس نے کوشش، ہمت، جانفشانی اور قربانی کے گرانقدر سبق سیکھے تھے۔ پچاس سال کی عمر کو پہنچنے سے قبل وہ ۲۷ قصبوں و دیہاتوں، اور دس ہزار مکانوں، ہسپتالوں اور دفاتر کی بلڈنگوں کے ڈیزائن بنا چکا تھا۔ لیکن اس سفر میں حاصل کئے ہوئے سبق سب سے زیادہ اس کے شمالی افریقہ میں کام آئے جہاں مراکش کے دُور دراز ریگستان میں اُس نے کچھ فائدے کی اُمید سے ایک قطعہ زمین خریدا۔ اُس کا خیال تھا شاید وہاں وہ کچھ کاشت کر سکے گا۔ زمین کا معائنہ کرتے وقت اُسے وہاں کچھ ایسے نشانات دکھائی دیئے جو ایک دفعہ اُس نے مشرقی جرمنی کی ایک مشہور جست کی کان کے ارد گرد دیکھے تھے۔ چنانچہ اُس نے کھدائی شروع کر دی۔ لوگ اُس پر ہنستے تھے، بلکہ وہ مزدور بھی اس کا ٹھٹھا اُڑانے لگے جن کو اُس نے کام پر لگایا تھا لیکن اُسے ایک ایک پائی جو اُس نے بچا رکھی تھی وہاں صرف کر دی۔ وہ کہتا "اپنی زندگی کے ناقابلِ فراموش سفر میں مَیں نے ہمت نہ ہارنے کا سبق سیکھا تھا"۔ چنانچہ وہ جسم کی کھال کو پُرانے جُوتے کی طرح سُکھا دینے والی کو میں کام کرواتا رہا۔ بالآخر جست کے ذخیرے نظر آنے لگے۔ وہ فرانس کا امیر ترین آدمی بن گیا۔

اُس کی یہ انتہائی آرزو تھی کہ جو سبق اُس نے سیکھا ہے۔ وہ دوسروں کو بھی سکھائے گا۔ چنانچہ اُس نے اپنی زِنک کی کان کے نام پر ذیلڈ جا سکالرشپ کا اجراء کیا۔ ہر سال فرانس کے سیکنڈری سکولوں کے کوئی ۲۵۰ سینئر طلباء اس وظیفہ پر فرانس سے مختلف سمتوں کو اس وعدہ پر چل دیتے ہیں کہ اپنی اپنی منزلوں

پر پہنچنے اور وہاں سے واپس لوٹنے تک وہ اپنے
عزیزوں یا دوستوں کو اپنی تکالیف یا پیسوں کی کمی
کے متعلق ہرگز کوئی اطلاع نہیں بھجوائیں گے۔ روانگی
کے وقت اُن میں سے ہر ایک کو پچاس روپے کی قلیل
رقم دی جاتی ہے۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد سے اب
تک ۱۸ سال کی عمر تک کے تقریباً تین ہزار طلباء جو
اپنے والدین کی رضا سے ....
.... اس وظیفہ پر اپنے سفر مکمل
کر چکے ہیں۔ اکثر کی مقرر کردہ منازل یورپ میں ہی
ہوتی تھیں۔ لیکن اُن میں سے کئی بحر اوقیانوس کے اُس
پار امریکہ کے مغربی ساحل تک اور مشرق میں سیلون و
سنگاپور تک بھی پہنچے۔ ایک لڑکے نے اڑھائی ماہ کے
عرصہ میں ۱۸۷۵۰ میل کا سفر طے کیا۔

پچاس روپوں سے زیادہ دیر کام نہیں چلتا۔
آخر کار ہر ایک کو ہاتھ پاؤں مارنے پڑتے ہیں، جس
سے وہ کچھ کما کر دو وقت کھانا کھا سکیں اور رات
بسر کر سکیں۔ یہ متوالے کانوں، کھیتوں، فیکٹریوں
اور بحری جہازوں پر کام کرتے تھے۔ پلیٹیں دھوتے
اور آلو چھیلتے تھے، فرانسیسی زبان کے سبق دیتے
اور پٹرول پمپوں پر کام کرتے رہے۔ ایک لڑکا
گٹار اور وائلین بجا کر کچھ کما لیتا تھا۔ ایک اور نوجوان
سپین کے ایک ہوٹل میں وظیفے کی معمولی رقم بھی چوری
کروا بیٹھا۔ چنانچہ اُس نے بجائے فرانسیسی سفارتخانے
میں مدد کے لئے جانے کے سیّاحوں کی راہنمائی سے
کچھ پیسے حاصل کئے اور بقیہ سفر کو روانہ ہوا۔ ایک
طالب علم نے افریقہ میں نایاب تتلیاں پکڑیں اور ان
سے اتنا نفع کمایا کہ اس نے نہ صرف اپنا سفر بڑے
آرام سے گزارا بلکہ اچھی خاصی رقم گھر بچا کر بھی لایا۔
کئی لڑکوں نے اخبارات اور رسائل میں اپنے سفر کے
حالات لکھ کر پیسے کمائے۔

یہ سفر صرف آوارہ گردی اور پیسے کمانے
کے لئے ہی نہیں ہوتے۔ اُن میں سے ہر ایک کو کسی
صنعت، تہذیب، ثقافت یا آرٹ کا مطالعہ کرنا
پڑتا ہے ــــ سپین کے مسلمانوں کا فنِ تعمیر، کینیڈا
میں لکڑی کے گودے کی صنعت، فلورنس کا آرٹ،
ناروے میں وہیل مچھلی کا شکار اور صنعت اور آئس لینڈ
میں ماہی گیری جیسے مضامین پر نہایت مفید اور اعلےٰ
پائے کی علمی تحقیقات و معلومات ان سیلانیوں کے
ذریعے سے فراہم ہوتی ہیں۔ ہر طالب علم ایسے ایک
موضوع پر باقاعدہ تحقیقاتی مضمون تیار کرتا ہے۔

معمر لیکن توانا جین والٹر اس بات کا بخود
اندازہ کرتا رہتا ہے کہ آیا ان نوجوانوں میں ہمّت
اور خود اعتمادی کے اوصاف پیدا بھی ہو رہے ہیں۔
اور آیا وہ واقعی ملک کے لئے حقیقی مفید فرد بن رہے
ہیں۔ ان طلباء کا کہنا ہے کہ انہوں نے یہ بھی سیکھا
ہے کہ جو مشکلات بغیر نبٹے ہوّا نظر آتی تھیں حقیقت
میں اُن سے نبرد آزما ہونے کے بعد روزمرّہ کا معمول
اور زندگی کا جزو معلوم ہونے لگیں جین روز ویلٹ کا کہنا
ہے کہ جب وہ سائیکل پر روانہ ہوا تو بیس میل کا سفر
بھی پہاڑ معلوم ہوتا تھا۔ بالآخر وہ برفباری، طوفان،

بارش ہر حال میں روزانہ اوسطاً ۸ میل کا سفر بڑے آرام سے طے کرنے لگا۔ ڈیسپر وگس کہتا ہے "مجھے آگ تک جلانی نہ آتی تھی۔ لیکن گھر پہنچ کر میں ہر قسم کے کھانے پکانے کے قابل ہو گیا۔ راستے میں میرے پاؤں چھالوں سے بھرے رہتے لیکن گھر پہنچنے پر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے جسم میں بے پناہ توانائی ہے جس سے میں ہمیشہ بے خبر رہا۔" جین ہارڈی شمالی سوٹزرلینڈ کی فٹ فٹ گہری برف میں چلا جا رہا تھا اور تھک کر چور ہو چکا تھا۔ گرم دستانوں اور ہوا بند جوتوں کے باوجود اس کے ہاتھ پاؤں نیلے ہوئے جاتے تھے۔ اچانک اُسے کسی نان بائی کا تنہا ویران تنور نظر آیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کچھ دیر پہلے دکانداری ختم کر کے چھوڑ گیا تھا کیونکہ تنور میں دم توڑتی ہوئی آگ موجود تھی۔ رات آرام کے لئے وہ وہاں رُک گیا۔ اُس نے کافی بنانے اور ہاتھ پاؤں گرم کرنے کے لئے تنور سے کچھ آگ باہر نکالی۔ جب کافی تیار ہو رہی تھی تو اُس نے اپنے جُوتے سُوکھنے کے لئے تنور میں رکھ دیئے۔ کافی پیتے ہی تھکاوٹ نے اُسے نیند کی دنیا میں پہنچا دیا۔ صبح اُٹھا تو اُسے اپنے جُوتے یاد آئے جو راکھ ہو چکے تھے۔ وہ آدھا گھنٹہ گھٹنوں پر سر رکھ کر روتا رہا اور پھر پاؤں پر پٹیاں لپیٹ کر چل پڑا۔ تیس دن وہ اسی طرح برف میں چلتا رہا لیکن اُس کی ہمت کے آگے ہر آفت نے سرنگوں کر دیا۔

اِس طرح یہ نوجوان روپے کی قدر و قیمت بھی سمجھ جاتے ہیں اور یہ بھی جان لیتے ہیں کہ انسان کی ذاتی کوشش اور ہمت کے آگے کوئی چیز کٹھن نہیں رہ سکتی۔

بعض اوقات انہیں ویرانے میں تنہا سفر کرنا پڑتا ہے۔ ایک لڑکے کا کہنا ہے "میں کئی روز کی متواتر خاموشی سے اتنا تنگ آ گیا کہ مجبوراً مجھے اپنے بائیسکل سے باتیں کرنی پڑیں"۔ ہنری ریمیٹ نے بتایا "تنہائی مجھے ظالم اور بے رحم لگتی تھی۔ لیکن جب اس سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے اُسے ہمدرد، غمگسار اور اُجاڑوں میں اپنا ساتھی پایا"۔ اُن کی ڈائریاں بھی اُن کے لئے ایک ہمدرد ساتھی ثابت ہوتی ہیں جن سے وہ دل کی ہر بات کہہ ڈالتے ہیں۔ لیکن سب اِس بات پر متفق ہیں کہ انسان کی رُوح کی مضبوطی اور بلندی کے لئے تنہائی کے تجربات بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ پال رینیلاک کہتا ہے "سفر پر روانہ ہونے سے قبل مجھے یوں معلوم ہوتا تھا جیسے میں بجلیوں سے بھرے پڑے ہولناک بادلوں کے جمِ غفیر میں گھُس رہا ہوں —— لیکن مجھے اُن میں کُودنا تھا، مجھے کامیاب ہونا تھا۔ اور میری حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ میں کامیاب ہو گیا ہوں۔

یہ سفر دوسرے لوگوں کے متعلق دُوسرے قائم کی ہوئی غلط فہمیوں کے رفع ہونے میں بھی بہت مُمِد ہوئے۔ ایک لڑکے نے لکھا "اخبارات اور رسائل نے اُنہیں یہ تاثر دے رکھا تھا کہ جرمن خونی ہیں، فرانسیسیوں کے خون کے پیاسے ہیں لیکن جب وہ اُن کے مُلک میں سے گزرا تو اُس پر یہ حقیقت ایک ناقابلِ یقین خواب کی طرح آشکار ہوئی کہ جرمن ایثار و محبت اور انکساری و مہمان نوازی کے پیکر ہیں۔ وہ چاہے جانے کے قابل

انسان ہیں۔ اُس نے تہیہ کر لیا کہ وہ فرانسیسیوں کو جرمنوں کے قریب لانے کا بیڑا اُٹھائے گا۔

ہنری ریمٹ کا کہنا ہے "مجھے سادہ زندگی کے مخفی سحر کا اس سفر میں پہلی دفعہ علم ہوا۔ میں نے چشموں کا روح پرور پانی پیا۔ کھیتوں کے قریب ڈیرہ لگا کر کھانا پکایا اور اپنے ہاتھ سے جھلسی ہوئی روٹی کا لطف اٹھایا۔ اور قریب سے بھوسے کی سوندی سوندی خوشبو سونگھی۔ یہ لوگ بعد میں جب عملی زندگی میں داخل ہوتے ہیں یا یونیورسٹیوں میں داخل ہو جاتے ہیں تو انہیں آسانی کے ساتھ دوسروں سے شناخت کیا جا سکتا ہے کیونکہ خود اعتمادی اُن کے چہروں پر دمک رہی ہوتی ہے اور اُن سے ایک ہی ملاقات میں والٹر کی بات کا ثبوت مہیا ہو جاتا ہے کہ تنہائی میں جان سوز مشقتوں سے نبرد آزما ہونے کے بعد انسان کے دبے ہوئے جوہر اُبھر آتے ہیں۔

لمبی تعطیلات سے قبل سیکنڈری سکولوں کی سینئر کلاسوں کے طلباء اپنے میں سے ۲ ۲ سب سے باہمت لڑکے منتخب کرتے ہیں۔ اس طرح سے چنے ہوئے ۱۲۰۰ لڑکے والٹر کے ساتھیوں اور وزارتِ تعلیم کے چند افسروں پر مشتمل ایک کمیٹی کے سامنے اپنا پروگرام پیش کرتے ہیں، نیز یہ کہ وہ اپنے مشاہدے کی بناء پر کسی موضوع پر تحقیقاتی مضمون تیار کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اُن میں سے ۲۵۰ ہونہار ترین اور باہمت لڑکے چن لئے جاتے ہیں۔ سکولوں کے بند ہوتے ہی وہ سائیکلوں کو ایڑ لگا کر روانہ ہو جاتے ہیں۔ اپنے سفروں سے واپسی پر وہ اپنی رپورٹیں پیش کرتے ہیں۔ اُن میں سے پچاس بہترین رپورٹوں پر ایک اور تفریحی اور آرام دہ سفر کا خرچ انعام دیا جاتا ہے اور چوٹی کے بیس مضامین پر فرانس کا پریذیڈنٹ مختلف نقد انعامات بانٹتا ہے۔

جین والٹر نے اپنی موت کے بعد بھی اس سکیم کے جاری رکھے جانے کے لئے ایک بھاری رقم وقف کر دی ہے اور اس کا انتظام وزارتِ تعلیم کو سونپ دیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ پروگرام فرانس کے لئے باعثِ فخر لیڈر اور ماہرین کی نرسری ہے۔ اور یہ نرسری واقعی خوب پنپ رہی ہے ـــــ والٹر فرانس کے ایک نامور وزیر اعظم جارج سیلمینشو کے الفاظ اکثر دہرایا کرتا ہے:۔

"اپنے بازو چڑھا کر بھاگ کھڑے
ہو اور کامیابی کو پکڑ لو"

ـــــــــــــ (ترجمہ)

ہے عمل میں کامیابی موت میں ہے زندگی
جا لپٹ جا لہر سے دریا کی کچھ پروا نہ کر

خدام الاحمدیہ کے صفحات

مسابقت کی رُوح

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انّ فقراء المھاجرین اتوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا ذھب اھل الدثور بالدرجات العلیٰ والنعیم المقیم یصلّون کما نصلّی ویصومون کما نصوم ولھم فضل من اموال یحجون ویعتمرون ویجاھدون ویتصدّقون فقال اَلا اُعلّمکم شیئًا تدرکون بہ من سبقکم وتسبقون بہ من بعدکم ولا یکون احدٌ افضل منکم اِلّا ما صنعَ مثل ما صنعتم فقالوا بلیٰ یا رسول اللہ قال تسبحون وتحمدون وتکبّرون خلف کلّ صلوٰۃ ثلاثا وثلاثین فرجع فقراء المھاجرین اِلیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا سمعَ اخواننا اھل الاموال بما فعلنا ففعلوا مثلہٗ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ (حدیث نبویؐ)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چند غریب مہاجرین نے حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ امیر لوگ تو بلند درجات اور ہمیشہ کی نعمتوں کے ذریعہ آگے نکل گئے۔ کیونکہ وہ بھی نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں اور ہم بھی مگر مال کی اُن کو ہم پر فضیلت ہے۔ جس کے ذریعہ وہ حج، عمرہ اور جہاد کرتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جس کے کرنے سے تم پہلوں سے مل جاؤ گے اور آنے والوں سے آگے نکل جاؤ گے اور تم سے کوئی افضل نہ ہو گا۔ سوائے اس شخص کے جس نے تمہارے جیسا عمل کیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہمیں ضرور بتائیں۔ آپؐ نے فرمایا تم ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار اللہ اکبر کہا کرو۔ (ایک دوسری روایت کے مطابق ۳۴ دفعہ اللہ اکبر۔ گویا کل ۱۰۰ بار) مگر اس بات کا امراء کو بھی علم ہو گیا اور وہ بھی ایسا کرنے لگے۔ اس پر پھر غرباء حضورؐ کے پاس

آئے اور عرض کی کہ ہمارے امراء بھائی بھی ایسا کرنے لگ گئے ہیں۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

اس حدیث میں مسابقت یعنی ایک دوسرے سے نیکیوں میں آگے نکل جانے کا کیسا عمدہ نمونہ ہے۔ فقراء اور امراء میں بیک وقت نیکیوں میں مسابقت کی رُوح پائی جاتی ہے۔ نیز اس میں تسبیح و تحمید اور تکبیر کی فضیلت بھی بیان فرما دی۔ ایک دوسری حدیث میں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ دو ایسے کلمے ہیں جو زبان پر بظاہر بوجھے آسان ہیں مگر میزان پر بہت بھاری ہیں اور خدائے رحمٰن کو بہت محبوب ہیں۔ وہ دو کلمے یہ ہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔

خدام کو کثرت کے ساتھ چلتے پھرتے۔ اُٹھتے بیٹھتے ان دو کلمات نیز تسبیح و تحمید اور تکبیر کا ورد کرنا چاہیئے۔

(مہتمم تربیت خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

بیعت کی کشتی

"یہی بیعت کی کشتی ہے جو انسانوں کی جان اور ایمان بچانے کے لئے ہے۔ لیکن بیعت سے مراد وہ بیعت نہیں جو صرف زبان سے ہوتی ہے اور دل اس سے غافل بلکہ روگردان ہے۔ بیعت کے معنے بیچ دینے کے ہیں پس جو شخص درحقیقت اپنی جان اور مال اور آبرو کو اس راہ میں بیچتا نہیں مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ خدا کے نزدیک بیعت میں داخل نہیں بلکہ مَیں دیکھتا ہوں کہ ابھی تک ظاہری بیعت کرنے والے بہت ایسے ہیں کہ نیک ظنی کا مادہ بھی ہنوز ان میں کامل نہیں اور ایک کمزور بچہ کی طرح ہر ایک ابتلاء کے وقت ٹھوکر کھاتے ہیں اور بعض بدقسمت ایسے ہیں کہ شریر لوگوں کی باتوں سے جلد متاثر ہو جاتے ہیں اور بدگمانی کی طرف ایسے دوڑتے ہیں جیسے کتا مردار کی طرف۔ پس میں کیونکر کہوں کہ وہ حقیقی طور پر بیعت میں داخل ہیں۔ مجھے وقتاً فوقتاً ایسے آدمیوں کا علم بھی دیا جاتا ہے مگر اذن نہیں دیا جاتا کہ ان کو مطلع کروں۔ کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے اور کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائیں گے۔ پس مقامِ خوف ہے۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸)

مطبوعاتِ جدیدہ

ورزش کے زینے: سائز ۲۰×۲۲/۱۶ ۸۰ صفحات۔

از محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب مہتمم صحتِ جسمانی۔ کتابت طباعت عمدہ۔ کتاب سفید اعلیٰ کاغذ پر چھپی ہے

اس کتاب میں صحتِ جسمانی سے متعلق اسلامی تعلیم کا خلاصہ درج کیا گیا ہے اور اس بارہ میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قیمتی ارشادات بھی درج کر دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح بدنی طاقتوں سے متعلق معلومات اور روزمرہ کی نہایت قیمتی اور مفید ورزشوں پر مشتمل چھ اسباق بھی کتاب میں درج کئے گئے ہیں۔ یہ ورزشیں رائل کینیڈین ایرفورس کی تجویز کردہ ہیں اور انکی افادی حیثیت کے پیشِ نظر اور نوجوانوں کو چست و چالاک اور مستعد رکھنے کے لئے پاکستانی فضائیہ نے بھی اپنے نوجوانوں کیلئے انہیں اپنایا ہے۔ ان ورزشوں کی بعض خصوصیات حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ ایک بچے سے لیکر بوڑھے تک سب کے لئے یہ ورزش کرنا برابر ممکن ہے۔

۲۔ کسی ورزشی سامان کی ضرورت نہیں۔

۳۔ لمبے چوڑے میدان کی ضرورت نہیں بلکہ ایک چارپائی کے برابر جگہ ہی کافی ہے۔

۴۔ لنگوٹے کسنے اور مالش وغیرہ کی ضرورت بھی نہیں۔

۵۔ انسانی جسم کا کوئی حصہ بھی تقویت پائے بغیر نہیں رہ سکتا یعنی جسم کے تمام عضلات تک برابر ورزش کا اثر پہنچتا ہے۔

۶۔ خصوصاً پیٹ کے عضلات کو مضبوط کرنے اور پیٹ کو چھوٹا کرنے کے لئے بہت مفید ہے۔ اسی طرح کمر اور چھاتی کے عضلات تقویت پاتے ہیں۔ اور لمبے عرصہ تک سیدھا بیٹھنے کے باوجود کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ گویا دفتر میں بیٹھ کر کام کرنے والوں کے لئے ایک نعمت ہے۔

۷۔ یہ ورزش آپ کو تمام دن چست و چالاک اور ہلکا پھلکا رکھیگی۔ جسم کی زائد چربی کو پگھلائے گی۔ دل کو تقویت دے گی اور آپ اپنے اندر پہلے سے کہیں زیادہ محنت کی اہلیت پائیں گے۔

۸۔ چونکہ اسے تدریجاً اور آہستہ آہستہ بڑھایا گیا ہے اس لئے کبھی بھی آپ تھکاوٹ کی دردیں محسوس نہ کریں گے۔

کتاب میں ضروری خاکوں اور تصاویر کی وجہ سے کتاب کی افادی حیثیت میں اور اضافہ ہو گیا ہے۔

شعبہ صحتِ جسمانی کی طرف سے یہ پہلی کتاب ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ اردو زبان میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی کتاب ہے۔

جملہ قائدین خدام الاحمدیہ کو چاہیئے کہ اس کتاب کو کثرت کے ساتھ خدام میں رواج دیں تاکہ

وہ اس میں دی ہوئی ورزشوں پر عمل پیرا ہو کر اپنی جسمانی صحت کو درست اور رکھ سکیں۔ غیر از جماعت حلقوں میں بھی اس کتاب کی اشاعت بے حد مفید ثابت ہو گی۔

کتاب ایک روپیہ میں شعبہ صحتِ جسمانی خدام الاحمدیہ مرکزیہ سے منگوائی جا سکتی ہے۔

طفلِ امروز قائدِ فردا : $\frac{20\times30}{16}$ ۶۴ صفحات

کتابت طباعت عمدہ۔

زیرِ تبصرہ کتابچہ شعبہ اطفال الاحمدیہ مرکزیہ کی تنظیم کے بارہ میں نہایت قیمتی معلومات پر مشتمل ہے۔ جس میں جابجا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشادات جو آپؓ نے اطفال الاحمدیہ کی تربیت اور اسکی تنظیم اور اس کے کام کی اہمیت کے بارہ میں فرمائے ہیں درج ہیں۔ تنظیم کی ابتدائی تاریخ اور گزشتہ سالوں کی کارگزاری کی مفصل روئداد بھی اس میں درج ہے۔

اس کتاب کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور صدر محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب نے بھی پیغامات دیئے ہیں۔ کتاب میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور صدرِ محترم کی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔ قائدین سے گزارش ہے کہ وہ شعبۂ اطفال سے تعاون کرتے ہوئے اطفال کی فلاح و بہبود کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید پروگرام بنائیں۔ تاکہ آج کے طفل کل ایک بہترین خادم بننے کے لئے تیار ہو جائیں۔

غالباً یہ کتاب شعبہ اطفال الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے بلا قیمت ملتی ہے ÷

مَیں احمدی کیوں ہوا؟

رائے شمشیر خاں صاحب جوئیہ کارکن اصلاح و ارشاد کی کتاب "مَیں احمدی کیوں ہوا؟" ایک دلچسپ اور مؤثر آپ بیتی ہے۔ اختلافی مسائل پر عام فہم مختصر بحث بھی درج ہے۔ کتابت، طباعت اور کاغذ عمدہ ہے۔ مصنف سے ایک روپیہ میں مل سکتی ہے ÷

ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپا